اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے (ترجمہ کنزالایمان)

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں • یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

DAWAT-E-ISLAM INTERNATIONAL

دعوتِ اسلام

ماهنامه

کراچی

Issue No.1 Vol.7, March. 2003. Rs.15.00

ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جگر چھلنی کر دینے والی کتاب تقوۃ الایمان

چونکا دینے والے انکشافات،

بد عقیدہ عناصر کی سازشیں بے نقاب

تصوّرِ بدعت اور اس کی شرعی حیثیت،

اِنٹرنیٹ کیفے بے حیائی کے گڑھ،

جہاد کے جذبے سے سرشار اُمّتِ مسلمہ کے سرِ کف نوجوان کی داستان

مُجاھد



دعوتِ اسلام



چیف ایڈیٹر ٭ ناصر علی جہانگیر

ایڈیٹر ٭ نشید اللہ قادری

لے آؤٹ ڈیزائنر ٭ اختر حسین / صباء الریز

کمپیوٹر گرافکس ٭ عامر سلطان / کامران

پبلشر ٭ ناصر علی جہانگیر

پرنٹر ٭ ہمدرد پرنٹنگ پریس (پرائیویٹ لمیٹڈ)

☆☆ضروری معلومات وھدایات☆☆

پاکستان میں ہدیہ فی پرچہ 15 روپے۔ سالانہ چندہ 180 روپے۔ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا نام و پتا ضرور لکھیں اگر پہلے خریدار ہیں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ بھی دیں۔ لفافہ میں رکھ کر رقم ہرگز نہ بھیجیں، نہ نوٹ کی شکل میں نہ ٹکٹوں کی شکل میں۔ چندہ سالانہ کی میعاد ختم ہونے پر ہر خریدار کو بذریعہ کارڈ اطلاع دی جاتی ہے۔ اس اطلاع کے بعد جب تک چندہ کی رقم موصول نہ ہوگی پرچہ کی ترسیل بند رہے گی اگر پرچہ بذریعہ وی پی منگوانا مقصود ہو تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وی پی کا خرچہ 180 + 12 + 10 روپے ملا کر وی پی پرچہ 202 روپے میں موصول ہوگا۔ لہٰذا اس زائد خرچہ سے بچنے کے لیے 180 روپے منی آرڈر کریں۔ کسی ماہ پرچہ 12 تاریخ شمسی تک نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالے سے دوبارہ طلب کریں۔ ادارہ ہر ماہ 10 تاریخ تک تمام خریداران کو پرچہ بھجوا دیتا ہے۔ نہ ملنا محکمہ ڈاک کی کوتاہی ہوتی ہے۔ آپ کا خریداری نمبر آپ کے پتے والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ اسے نوٹ فرمالیں اور خط و کتابت کرتے وقت اس کا حوالہ ضرور دیں۔

بیرونی ممالک: بیرون ملک پرچہ ترسیل پر ڈاک خرچ بہت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے پرچوں کا ہدیہ بھی زیادہ مقرر کیا گیا ہے۔ عرب امارات میں فی پرچہ 7 درہم، سالانہ چندہ 70 درہم ہے۔ کویت میں فی پرچہ نصف دینار سالانہ چندہ 7 دینار ہے۔ انگلینڈ و دیگر ممالک میں فی پرچہ ایک پاؤنڈ سالانہ چندہ دس پاؤنڈ ہے۔ امریکا میں فی پرچہ 2 ڈالر اور سالانہ چندہ 20 ڈالر ہے۔ جتنی رقم جس مقصد کے لیے بھجوائیں اس کی تفصیل ضرور لکھیں۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

نرخ نامہ اشتہارات: آخری صفحہ ٹائٹل مکمل فی اشاعت 500 ہزار، اندرونی صفحہ ٹائٹل فی اشاعت فور کلر 2500 روپے، عام صفحات فی اشاعت 1500 روپے۔ رقم اشتہارات مضمون اشتہارات کے ساتھ پیشگی ارسال کریں۔ دینی تبلیغی اداروں کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔ اشتہار کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔

فی پرچہ 15 روپے ═══ سالانہ چندہ 180 روپے

دفتر: 52، چوتھی منزل، پریس چیمبرز، آف آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی

فون، فیکس: 021-2443358

موبائل: 0320-4066861

☆☆اس شمارے میں☆☆

حمد باری تعالیٰ

حاضر ہیں تیرے دربار میں ہم اللہ کرم اللہ کرم
دیتی ہے صدا یہ چشم نم اللہ کرم اللہ کرم

ہیبت سے ہر ایک گردن خم ہے ہر آنکھ ندامت سے نم ہے
ہر چہرے پہ ہے اشکوں سے رقم اللہ کرم اللہ کرم

جن لوگوں پہ انعام تیرا ان لوگوں میں لکھ دے نام میرا
محشر میں میرا رہ جائے بھرم اللہ کرم اللہ کرم

ہر سال طلب فرما مجھ کو ہر سال یہ شہر دکھا مجھ کو
ہر سال کروں میں طوف حرم اللہ کرم اللہ کرم

میری آنے والی سب نسلیں تیرے گھر آئیں تیرا در دیکھیں
اسباب ہوں ان کو ایسے بہم اللہ کرم اللہ کرم

اس ورد میں عمر کٹے ساری ہونٹوں پر صبیح رہے جاری
اللہ کرم اللہ کرم اللہ کرم اللہ کرم

سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی

نعت شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اٹھ د۔ ۔دہ دکھا د۔ چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تار یب ۔ ہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما — غضب سے ان کے خدا بچائے جلالِ باری عتاب میں ہے
جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزشِ عشقِ چشم ِالا — کباب ِ آہو، میں بھی نہ پایا مزہ جو دلِ کے کباب میں ہے
انھیں کی بو مایہ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے — انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے
تری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا — حیت جاں کا رکاب میں ہے ممات اعدا کا ڈاب میں ہے
سیہ لباسانِ دار دنیا و سبز پوشانِ عرش اعلیٰ — ۔ اک ہے ان کے کرم کا پیاسا یہ فیض اُن کی جناب میں ہے
وہ گل میں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے — گا ب گا ۔ن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ہے طالب جلوہ مبارک — ۔کھ دو وہ ب کہ آب حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے
کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور — بتا دو آ ر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر — بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے
کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے — بتاؤ اے مفلسو ۔ ک پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے
گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں اُمنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں — خدا کے خورشید مہر۔ ۔ ذرّہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

انٹرنیٹ کیفے کے ذریعے فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے

آج کا دور الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا دور کہلاتا ہے اب جنگیں میڈیا کے ذریعے لڑی جارہی ہیں۔حکومتیں اسی ہتھیار سے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کررہی ہیں اور اسلام دشمن قوتیں اسی ہتھیار کے ذریعے دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرکے دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔آپ میڈیا کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ یہ مختلف شکلوں میں ہر گھر میں موجود ہے اور اس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ اس کے ذریعے اپنی بات سیکنڈوں میں دنیا بھر میں پہنچائی و پھیلائی جاسکتی ہے۔بات اچھائی کی صورت میں ہو یا برائی کی صورت میں۔میڈیا کا مقابلہ میڈیا ہی سے کیا جاسکتا ہے یعنی میڈیا کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب میڈیا ہی کے ذریعے دیا جاسکتا ہے۔میری سُنی مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے سربراہوں،علماء کرام،مشائخ عظام سے گزارش ہے میڈیا کی طرف توجہ دیں اپنے سُنی تبلیغی چینلز کا قیام عمل میں لائیں۔اپنے اخبار اور رسائل کو عام کریں۔

میری مخیّر اور کاروباری حضرات سے اپیل ہے کہ وہ ایسے مخلص اور دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والوں اور تنظیموں سے تعاون کریں جو امن پسند ہیں، دہشت گردی کے خلاف ہیں،اسلام امن پسند دین ہے اور دہشت گردی کے خلاف ہے۔ہمارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں کہ دشمن پر اس وقت تک حملہ نہ کرو جب تک وہ تم پر حملہ آور نہ ہو۔اور دورانِ جنگ بھی بچوں،بوڑھوں،عورتوں کو قتل نہ کرو فصلوں کو برباد نہ کرو۔

ہمارے معاشرے میں وہ تمام معاشرتی بُرائیاں جنم لے چکی ہیں۔جس کی وجہ سے قومیں تباہ و برباد ہوجایا کرتی ہیں۔آج کے دور میں شراب حرام ہے لیکن بعض مسلمان خصوصاً (طبقہ امراً) اسے تہذیب وتمدن کی ترقی اور ثقافت کے نام پر استعمال کررہے ہیں،جوئے کا نام ریس رکھ دیا گیا ہے، رشوت کو فضل ربی کہا جارہا ہے،سود جیسی حرام چیز کو منافع کہا جاتا ہے،فیشن شو کے نام پر عریانیت اور فحاشی حرام چیز کو عام کیا جارہا ہے۔بوتیک کے ذریعے خواتین کے لیے مختصر لباس کو متعارف کرایا جارہا ہے،اسکولوں،کالجوں میں ثقافتی شو کے نام پر طلبا کو ناچ گانے کی تربیت دی جارہی ہے،اسٹیج شو کے ذریعے نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ کیا جارہا ہے،فلموں کے ذریعے عریانیت کو فروغ دیا جارہا ہے،اخبارات اور رسائل میں نیم عریاں تصاویر شائع کرکے نوجوانوں میں ہیجان پیدا کیا جارہا ہے۔اسکولوں،کالجوں اور گھروں میں دیوالی،ہولی جیسی تقریبات منعقد ہورہی ہیں۔ایک دوسرے پر رنگ پھینک کر اس کا پرچار کیا جارہا ہے۔ہم اس مغربی معاشرے کو اپنا رہے ہیں جس میں لڑکیاں شادی سے پہلے اولاد والی ہوجایا کرتی ہیں،بوڑھے ماں باپ کو خدمت کے بجائے اولڈ ایج ہاؤس میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں وقت سے پہلے لڑکے لڑکیاں اپنی جوانی گنوا بیٹھتے ہیں۔بسوں اور ویگنوں میں جبراً فحش گانے،سواریوں کو سنائے جاتے ہیں،ہائی ویز پر چلنے والی کوچز میں وی سی آر کے ذریعے فلمیں بھی دکھائی جاتی ہیں جب کہ بازار میں آڈیو اور ویڈیو کے علاوہ وی سی ڈی اور انٹرنیٹ کیفے کے ذریعے بھی فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے اور یہ بات انتہائی تعجب انگیز ہے۔جن افراد کو متذکرہ بڑائیوں کی بیخ کنی کرنی چاہیے،وہی افراد حکومتی سرپرستی کی شہہ پر پی ٹی وی،ایس ٹی این اور پی ٹی وی ورلڈ کے ذریعے بچوں،جوانوں اور خواتین کو ناچتا دکھا رہے ہیں،اناؤنسرز (مرد وخواتین) مغربی لب ولہجہ (انڈین کمپیئرز) کی نقالی میں گفتگو کرتے ہیں۔ٹی وی کے تمام چینلز انٹرٹینمنٹ کے نام پر اخلاقی باختگی اور حیا سوزی کا سبق سکھا رہے ہیں۔

ہماری ترقی کا ضامن اسلامی نظام زندگی ہے نہ کہ مغربی کلچر اب ایسے لوگوں کو سامنے آنا چاہیے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پیکر ہوں اور دنیا میں اسلامی معاشرے کا نمونہ بن کر اچھائیوں کا پرچار کریں اور مغربی طرزِ زندگی کے نقصانات سے آگاہ کریں اور قرآن مجید کے احکامات پر عمل کریں اور حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ کو اپنانے کا درس دیں تاکہ ہماری نسل میں حرارت ایمانی کی نمو باقی رہے۔یاد رہے جو قوم میں شراب،زنا،ناچ گانے کی دلدادہ ہوجاتی ہیں انھیں موت سے خوف آتا ہے اور وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان پھر سے نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لیے کمر کس لیں اور ادیٔن قوتوں سے ٹکرانے کے لیے متحد ہوجائیں اور دعوت اسلام کا پیغام گھر گھر پھیلائیں کہ یہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

تقویۃ الایمان

ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے جگر چھلنی کر دینے والی کتاب

فکر وانگیز کالم نگار مسعود ملت پروفیسر محمد مسعود احمد پی ایچ ڈی کی انتہائی ناقابل تردید دلائل پر مبنی تحقیقی رپورٹ

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک وہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اس دور میں حضور اکرم ﷺ سے عشق اور مشائخ عظام واولیائے کرام سے محبت وعقیدت کے چرچے عام تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت وجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبدالوہاب کی روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام وخواص کے عشق ومحبت کو جھنجوڑا...... علماء خیر آبادؔ علماء بدایوں، علماء بریلی، علماء فرنگی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے ردّ لکھے اور یہ سلسلہ چل نکلا...... جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم ﷺ اور تمام محبوبانِ خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وہ ان محبوبوں کے خالق ومالک جل وعلا کے کلام میں بھی نہیں ملتا...... سارے قرآن کو پڑھ جایئے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے تو جب اللہ نے اپنے محبوبوں کا پاس ولحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لیے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحبِ طریقت پیکرِ عجز وانکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے...... وہ بڑے بول نہیں بولتا...... بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے......

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے...... کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقام ادب کے منافی ہیں......

اسلام سراسر عشق ومحبت ہے اور محبت سراسر ادب...... مقام عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے، مقام عشق میں وہ نامعقول ہو جاتی ہے...... مگر یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبت اور دانائے ادب ہو۔

> قرآنِ حکیم میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہوگئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو...... کس کے اعمال؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال، جن کا ایک عمل، اغواث واقطاب وابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے...... غور کرو...... اور خوب غور کرو...... جنابِ رسالت ﷺ میں بے ادبی وبے باکی کوئی معمولی بات نہیں...... بہت بڑی بات ہے۔

''محبوب کے سامنے زور سے نہ بولو''...... عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟...... عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو......
''محبوب کی مجلس سے بلا اجازت نہ کھسکو......'' عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟...... عشق کہتا ہے، خبردار، ہاں نہ کھسکوں......
''باہر سے محبوب کو آواز دے کر نہ بلاؤ۔''...... محبوب کی محبت پر آل واولاد اور جان ومال سب کچھ نثار کر دو۔''...... عقل پوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟...... عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو۔

بمصطفےٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضور اکرم ﷺ کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے...... اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے...... ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے...... مقام عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے...... مگر مقام عشق میں بھول پر سخت سزا ہے...... بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے...... اس لیے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضور اکرم ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہوگئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو...... کس کے اعمال؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال، جن کا ایک عمل، اغواث واقطاب وابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے...... غور کرو...... اور خوب غور کرو...... جنابِ رسالت ﷺ میں بے ادبی وبے باکی کوئی معمولی بات نہیں...... بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کرنے والی بات...... ان کی آواز جن کے منہ سے نکلے ہوئے کلماتِ ملتِ اسلامیہ کے لیے حجت ہیں...... ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی اللہ کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدید ٹھہرا...... تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت وتوہین کی بُو آرہی ہے......

آیندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں موصوف کے متبعین ومعتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولانا اسماعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصود حضور ﷺ کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک وتعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا...... راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمالیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی



تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور ﷺ کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے

اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟...... فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے، راقم نے عرض کیا...... بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے...... مگر اسی قرآن میں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سیکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ ایوب علیہ السلام نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب مریم علیہ السلام دنیا سے کنارہ کش ہوگئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردۂ غیب سے اسبابِ معیشت فراہم کیے گئے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عالمِ شیر خوارگی میں اعلانِ نبوت فرمایا پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ... چھوا تو داغ دھبے جل گئے، مردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اور مادرزاد اندھے پر دم فرمایا تو بینا کر دیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لی اور جب پیرہن آنکھوں سے مس ہوا تو بینائی آگئی۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پر عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اٹھا...... مولیٰ سے کھانا مانگا تو من وسلویٰ اُترا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُڑتے ہوئے چلے آئے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے علومِ غیبیہ کے وہ وہ راز کھولے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آشکارا نہ کیے گئے تھے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے جنوں نے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو دل پکڑ کر رہ گئے۔ اور قدموں پر آگرے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب اس حبیب لبیب ﷺ نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ آپ ﷺ کے اشارے سے چاند دو نیم ہو گیا اور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب بیت اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اُترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

☆ یہ بھی تو ہے کہ اُس تاج دارِ دو عالم ﷺ کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصور انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ ان کا کیوں ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے۔ ''عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔'' فقیر نے عرض کیا کہ ''اس کی فکر تو حق جل مجدہ، فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اس فکر میں مبتلا ہو گئے......؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ''عظمتوں کی باتیں تو مساجد و مجالس میں علماء و واعظین سے سُنی جا سکتی ہیں۔'' فقیر نے عرض کیا'' لیکن آپ اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟'' اس پر وہ عالم خاموش ہو گئے اور مایوسی و ناامیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا ان کی تعریف و توصیف اور ان کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لیے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں...... یہ بات تقاضائے ایمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔



اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں یہ التجا کرنے کا حکم دیا۔ "اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان برگزیدہ پیاروں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا۔" اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز...... کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دعا میں اوّل وآخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔ درود شریف کا مقبول بارگاہ ایزدی ہونا ایک کھلی حقیقت ہے۔ جب اوّل وآخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے رد کی جاسکتی ہے...... سبحان اللہ

بہر کیف ذکر تھا تقویۃ الایمان کا...... بات کہاں سے کہاں پہنچی۔

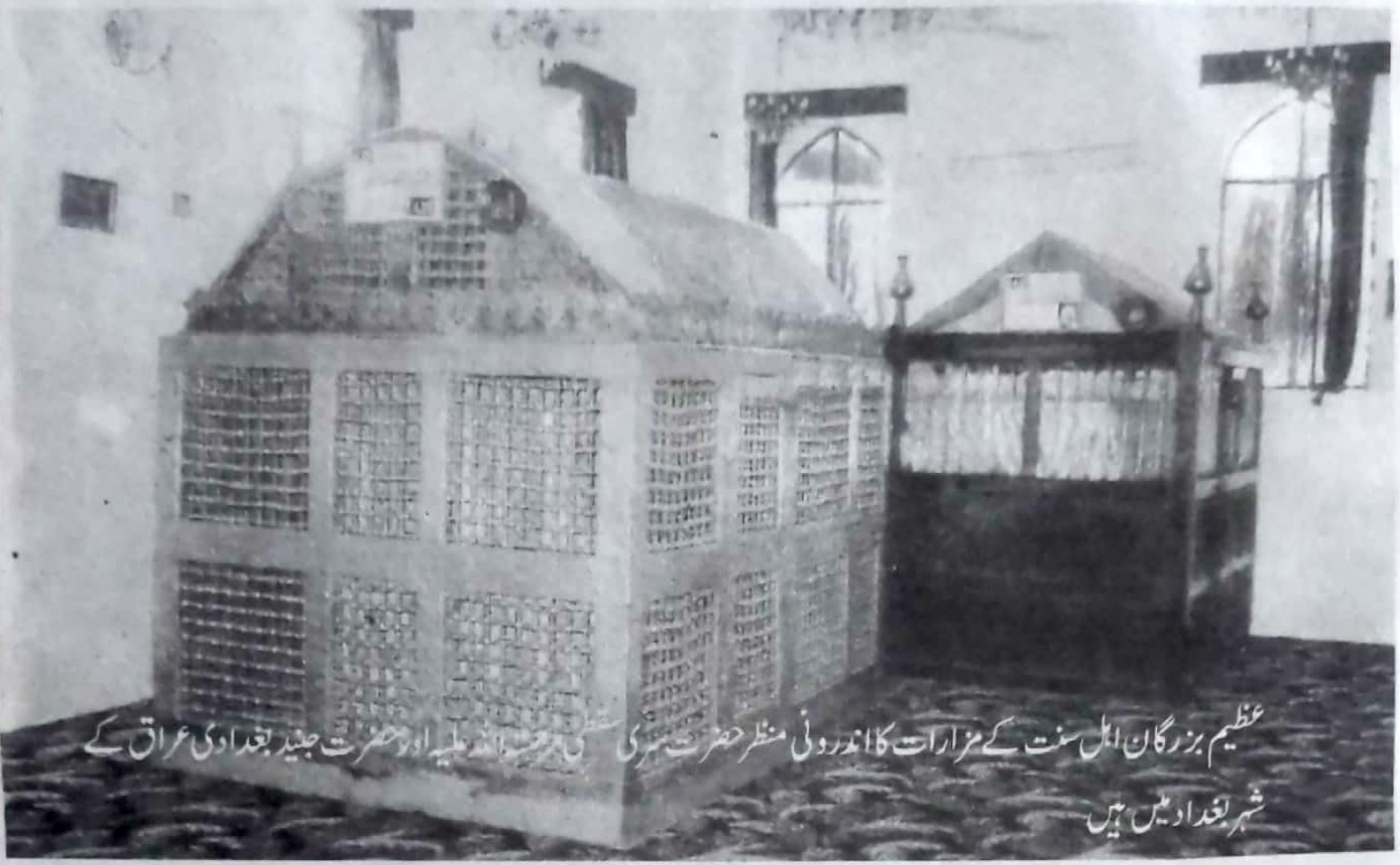
تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق (بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "شرار خلق اللہ" فرمایا ہے۔ بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴) سے کفر وشرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو مولوی اسماعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان کافر ومشرک ٹھہرتے ہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کافر ومشرک قرار پائی ہے۔ اس طرح کوئی مسلمان حکومت اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعویٰ نہیں کرسکتی...... اس لیے مولوی اسماعیل کے خیالات وافکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد ونظر کی بھٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اور کھوٹا وکھرا الگ کرلیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جمود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں زندگی او فکر زندگی منازل ارتقاء سے گزرتی ہے اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔ وہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت وعمل کا اُس نے پورا پورا خیال رکھا ہے...... اور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول وضوابط میں کوئی تغیر وتبدل نہیں...... سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں...... وہ جامد ہوتے ہوئے جان حرکت ہے یہی اس کا اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز...... اسلامی فکر وعقیدے پر جو قلم اُٹھاتا ہے اس کو اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی مزعومات کو ثابت کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس لیے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جاسکتی ہے، ایک مصنف ومصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جاسکتی...... عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کردیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل وبراہین فراہم کیے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کردے۔ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے...... اپنی پسند کی آیات واحادیث انتخاب کرلینا اور محبوبانِ خدا ان وبے کسی وبے بسی ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح، محقق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقق کے لیے بھی باعث شرم وندامت ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات واحادیث کو بھی زیر بحث لاتے جو اُن کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ توقع اس لیے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہ عمل اختیار کی اور حقائق کو چھپایا۔

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے۔ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق...... یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادوناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لیے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء وصلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے...... جب پسند ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانوں ڈول ہے۔ کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے...... کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مویدین ومتبعین کا ہے...... وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحائے امت کے لیے اچھی نہیں معلوم ہوتیں وہ اپنے استادوں اور شیوخ کے لیے اچھی لگنے لگتی ہے...... یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ خود کرنے سے اچھی ہوجاتی ہیں...... یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے...... راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد نظائر ہیں...... صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء وصلحاء سب بے بس ہیں...... ان کو ذرہ برابر اختیار نہیں...... مگر تقویۃ الایمان کے اس ایڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع ومرتب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔



عظیم بزرگانِ اہل سنت کے مزارات کا اندرونی منظر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی عراق کے شہر بغداد میں ہیں

نیند میں اتنا قابو پالیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اُٹھیں۔ (اسماعیل دہلوی۔تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶)

حالانکہ قرآنی آیات بتارہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب چاہے سلائے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بلالے۔

اب ہم ان عبارات وکلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جس پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں...... علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس لمّارہ ہے۔ اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق وشواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی عبارت:

''جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔'' (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳)

دوسری عبارت:

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اوقات میں اُسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہوگیا تو وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟'' (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸)

تیسری عبارت:

''یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ، اُس کی حیثیت شانِ الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳)

چوتھی عبارت:

''تمام انبیاء واولیاء اس کے سامنے ایک ذرّے سے بھی کم تر ہیں۔''

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحائے اُمت شانِ الوہیت کے سامنے ذرّے، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے۔ انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے۔

''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

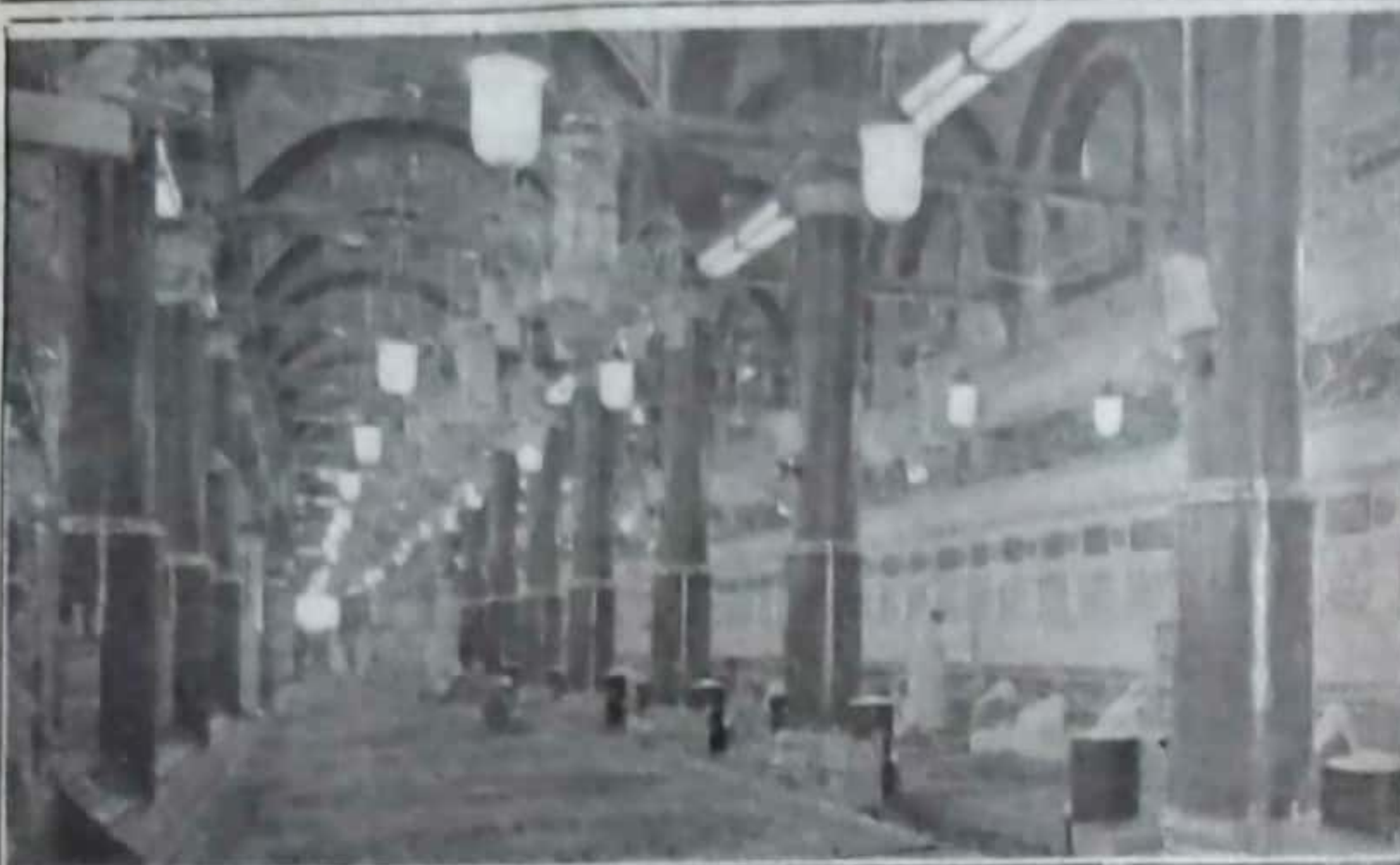
اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

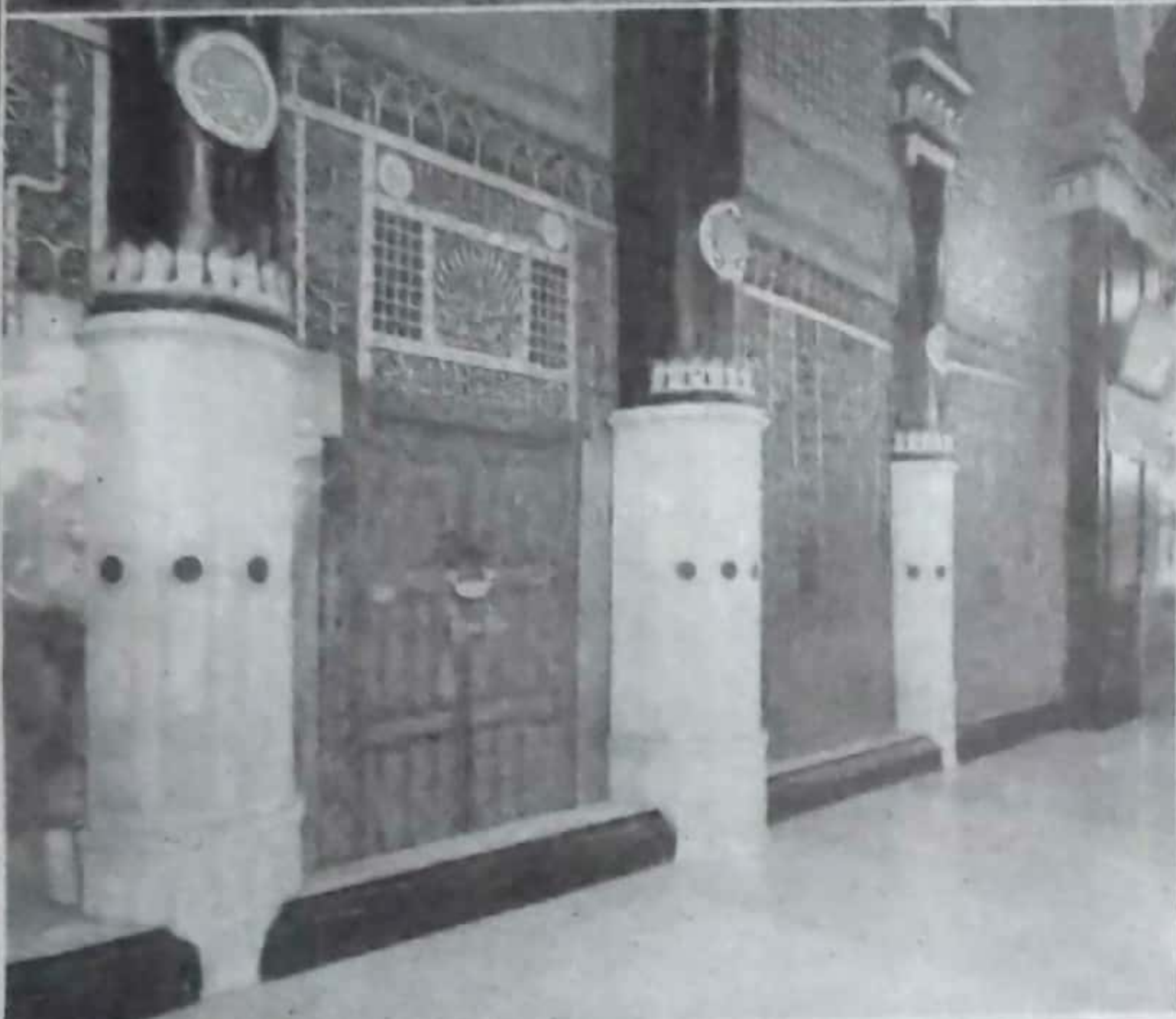
موٹی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے...... کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے اور ''اللہ کا بندہ'' سمجھ کر مانگنا اور بات ہے...... مانگنے، مانگنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے...... مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سرسر کفار ومشرکین سے تھا اُن کو مسلمانوں پر چسپاں کردیا گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفار ومشرکین کی فہرست میں شامل کرکے اُن کا قتل عام کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون...... حقیقت میں روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو...... اور بغیر عطائے ربانی کے کسی کو صاحبِ اختیار واقتدار تسلیم کرتا ہوں۔

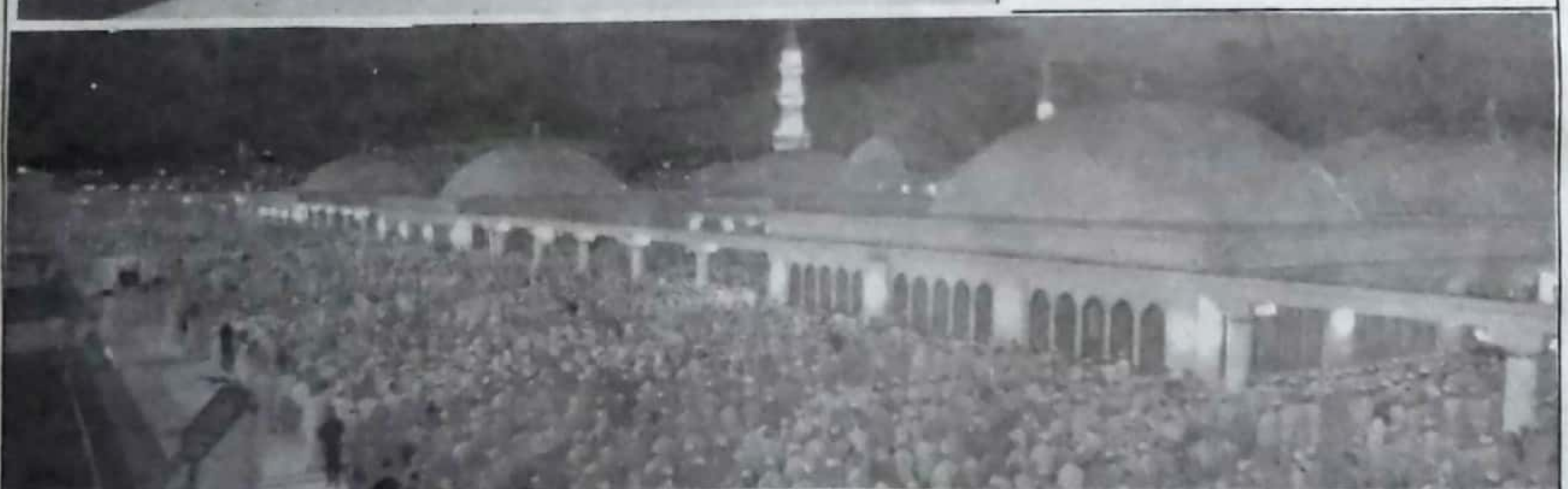
مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء وصلحا خصوصاً آنحضرت ﷺ کو بھی دبے لفظوں میں ذرّہ، بھنگی اور چمار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے...... چمار اور بھنگی ہندوؤں کی نیچ قوم میں ہیں۔ اس لیے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار ومشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟...... عقل سلیم جواب دے...... حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصاویر خود رسول اللہ ﷺ نے پانی سے مٹائیں اور اُن کی جگہ زعفران مل دی کہ اس جگہ کو حضرت قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضور علیہ السلام نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چمار سے بھی بدتر لکھا ہے...... جھوٹی تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا...... جن

حضور اکرم ﷺ کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے...... اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے...... ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے...... مقامِ عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے...... مگر مقامِ عشق میں بھول پر سخت سزا ہے...... بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے...... اس لیے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا ازخود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبت کو یکسر فراموش کر دے۔







سچے انبیاء کو سچے خدا سے نسبت ہے اُن کا پاس ولحاظ نہ کرنا خلافِ عقل بھی ہے، خلافِ ادب بھی...... اور خلافِ قرآن وحدیث بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا۔

''بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا...... پھر آپ نے بوسہ دیا۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل کی اور صاف صاف فرما دیا کہ صرف حضور علیہ السلام کی نگاہِ کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے قابل بنا دیا ہے۔

حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات واحادیث ہیں جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات واحادیث آگے آئیں گی۔

صاحبِ تقویۃ الایمان نے تو انبیاء وصلحا کو ارذل ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک وتعالیٰ ایسی مخلوق سے اُن کو ممتاز فرما رہا ہے......

قرآن کریم میں جہاں مشرکین عرب کی بُت پرستی اور بُتوں سے التفات کا ذکر ہے تو وہاں بُتوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

پہلی تمثیل:

''ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے [illegible] کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا...... اور ایک ایسا شخص ہے [illegible] کو [illegible] نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا [illegible] اس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے...... تو کیا یہ دونوں [illegible] ہیں...... الحمدللہ! لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔''

(سورۃ نحل [illegible] ۔

دوسری تمثیل:

''دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور [illegible] ہے...... بے اختیار وناتواں...... کسی چیز پر قدرت نہیں [illegible] اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے [illegible] لاتا...... کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا [illegible] کو [illegible] کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے [illegible] ہیں۔'' (سورۃ النحل، ۷۶)

پانچویں عبارت:

[illegible] کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ [illegible] نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبیا یعلم مافی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو۔ معلوم ہوا کہ [illegible] بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ [illegible] ہے۔ (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص۳۴، ۳۵)

[illegible] یہ بات خود رسول اللہ ﷺ سے کہنے کی کسی کو جرأت [illegible] جو بعد نمازِ ظہر منبر مسجد پر تشریف فرما ہو کر آثارِ قیامت کے بارے میں اخبارِ غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہو رہا ہے۔

''جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پسند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ اللہ کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔'' (جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص۱۰۷)

اور کیا یہ بات مدّاحِ رسول، جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے برملا فرمایا۔

''ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دوسرے دن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔'' (حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت، دیوانِ حسان مطبوعہ بیروت، ص۱۴۴)

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

(الف) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو...... بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہد نبوی ﷺ کے بچے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی...... بچوں کے یہ کہنے سے کہ ''وفینا نبیا یعلم مافی غد'' یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں یہ بات زبان زد خاص و عام کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو...... جب حضور ﷺ دوسروں کو یہ ہدایت فرمارہے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سراپا عجز وانکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لیے اٹھنے نہ دیتے تھے...... ایسی صورت میں حضور ﷺ کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز وانکسار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفِ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار واثبات کفر وشرک تھا اور اس کے لیے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں اور کوئی نصیحت وفہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور ﷺ نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے...... آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا انکسار تھا۔

چھٹی عبارت:

سب کاموں کے مختار کل نام ''اللہ'' اور جس کا نام ''محمد'' (ﷺ) یا ''علی'' (رضی اللہ عنہ) ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ (اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱)

اللہ نے تو حضور ﷺ کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبش قلم بے اختیار بنادیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے اللہ کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا...... جو انداز گفتگو مولوی اسماعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہوگا کہ مولوی اسماعیل جس اختیار کو حضور ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ میں ثابت نہیں مانتے وہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسماعیل میں ثابت کر رہے

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے۔ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق...... یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادوناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اس کو عہد عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لیے قبول نہ کیا کہ اس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرز عمل اختیار کیا جو انصاف پسند طبائع کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے......

ہیں جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے...... خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اُٹھا لیتا ہے...... تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ حضور ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختیار واقتدار میں سبقت لے گئے۔

(معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (ﷺ) کے ساتھ درود وسلام سے اجتناب کیا گیا کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (ﷺ) کے ساتھ درود وسلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل مختصر، صرف اشارہ...... نام محمد (ﷺ) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اختیار واقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات واحادیث سے ہوتا ہے...... صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور ﷺ صاحب اختیار واقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے...... غور فرمائیں۔

''آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔'' (سورۃ البقرہ، ۸۹)

اب احادیث کی روشنی میں اختیار واقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں:

''سرخ وسپید خزانے مجھے عطا کردیے گئے ہیں۔''

(محمد ابوعبداللہ ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، ص ۵۱۲)

''اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔''

الغرض بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا...... نبوت ورسالت خود اختیار واقتدار کی غماز ہے جس طرح حکومت وسیاست میں خلافت۔

ساتویں عبارت:

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے، سرتا پا بے حیا بن جائے، پرایا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے۔''
(اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶)

غموں نے تم کو جو گھیرا ہے تو درود پڑھو، حاضری کی تمنّا ہے درود پڑھو

اگر دکھ بھری زندگی میں سکون چاہتے ہو تو درود پڑھو

درود وسلام کی فضیلت وعظمت پر دعوت اسلام کا روحانی سلسلہ



حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ محبوب وہی شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔ (امام ابوعیسیٰ ترمذی "ترمذی شریف")

اللہ کریم جل مجدہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔ "اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔"

(سورۃ الاحزاب، ۵۶)

قرآن کریم کے ارشادات کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی ہدایات ملتی ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مقرب اور سب سے زیادہ محبوب وہی شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے۔ (امام ابوعیسیٰ ترمذی "ترمذی شریف")

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر کتنا درود پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔ عرض کیا چوتھائی حصہ پڑھوں (یعنی تین حصے دیگر وظائف اور دعائیں اور چوتھائی حصہ درود شریف) فرمایا جتنا چاہو اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ عرض کیا آدھا وقت۔ فرمایا جتنا چاہو اگر اور زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ عرض کیا دو تہائی۔ فرمایا جس قدر چاہو اگر اور زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ عرض کیا کہ کل وقت درود شریف ہی پڑھا کروں۔ فرمایا تو یہ درود تمہارے سارے رنج وغم کو کافی ہوگا اور تمہارے گناہوں کو مٹادے گا۔ (شیخ ولی الدین خطیب، مشکوۃ شریف، مطبوعہ کراچی، ص ۸۶)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ) کا معمول تھا کہ ہر روز بعد نماز فجر طلوع آفتاب تک قبلہ رو بیٹھتے اور درود شریف پڑھتے تھے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۵ ربیع الاول ۵۰ھ) شب برأت میں ایک تہائی رات درود وسلام پڑھا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۵ رجب ۱۴۸ھ) ماہ شعبان میں ہر روز سات سو مرتبہ درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرماتے تھے۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) پر جب کوئی صدمہ یا حادثہ پیش آتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتے اور اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر دل ہی دل میں آہستہ سے دو شعر پڑھتے تھے۔

"یعنی کیا مجھے کوئی آفت پہنچ سکتی ہے جب کہ آپ کا تعلق میرے لیے ذخیرہ آخرت ہے اور کیا میں بھی دنیا میں ظلم وستم کیا جاؤں گا جب کہ آپ میرے معین ومددگار ہیں۔

یہ امر تو گلہ بان کے لیے باعث عار ہے کہ اس کے گلہ میں ہوتے ہوئے اس جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہوجائے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد آپ درود شریف کی کثرت کرتے تھے۔ اس عمل کی برکت سے آپ پر سے اللہ تعالیٰ اس صدمہ اور آفت کو دور فرما دیتا تھا اور آپ اپنے مریدین کو بھی [illegible] وقت اس عمل کی تلقین فرماتے تھے۔

([illegible] نانوتوی، غوث اعظم، مطبوعہ ادارہ [illegible] ۱۹۷۱ء، ص ۳۳)

عارف باللہ، شیخ اکبر، محی الدین محمد بن علی ابن عربی، طائی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں۔

''اہل محبت کو چاہیے کہ درود شریف کے ذکر پر صبر و استقلال کے ساتھ ہمیشگی کریں، یہاں تک کہ بخت جاگ اٹھیں اور وہ جان جہاں ﷺ خود قدم رنجہ فرمائیں اور شریف زیارت سے نوازیں۔

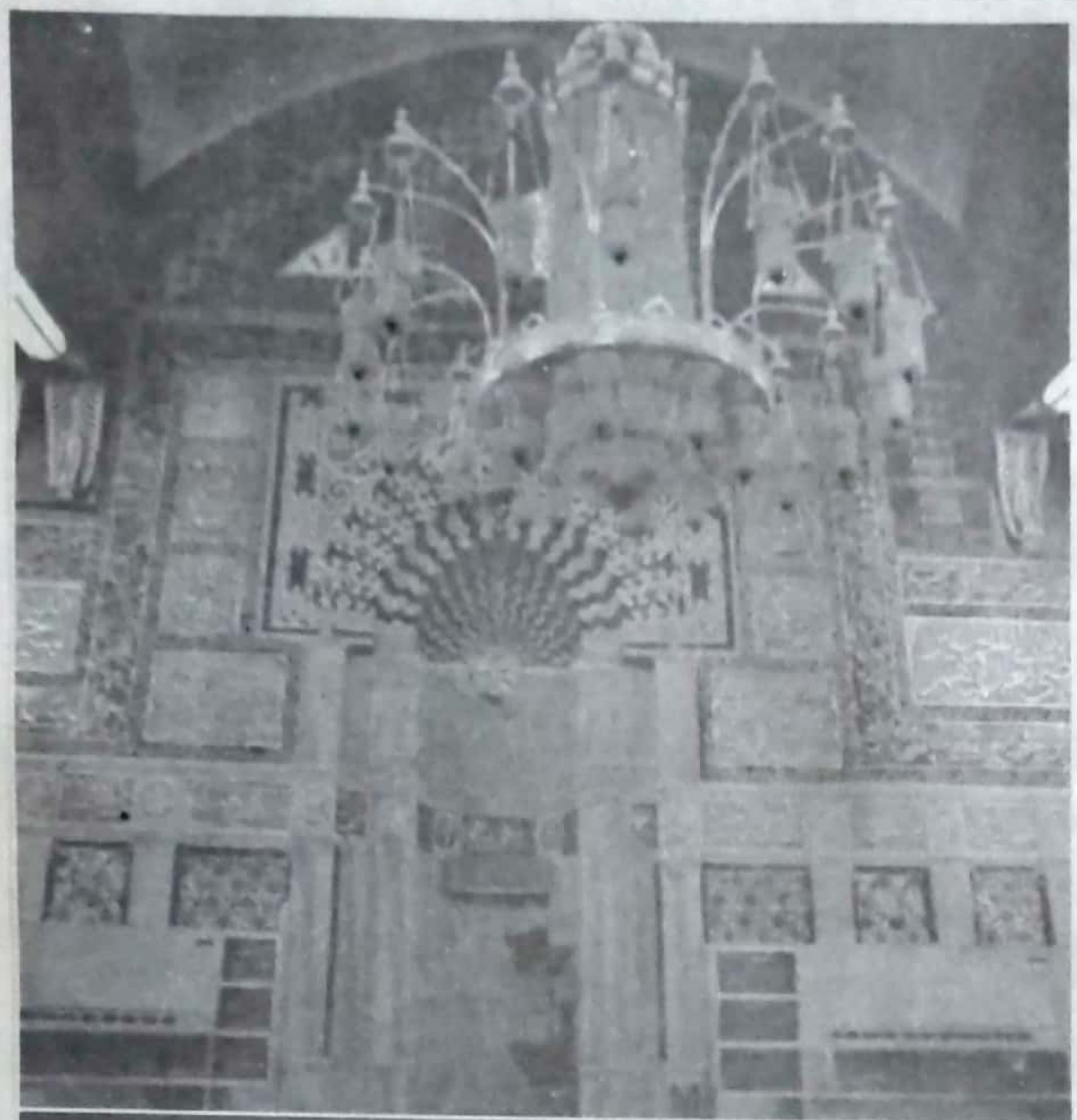
اشبیلیہ کا ایک لوہار

میں نے ذکر درود شریف پر پابندی سے ہمیشگی کرنے والا کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس طرح ایک عظیم فرد جو (اندلس کے مشہور شہر) اشبیلیہ (اسپین، یورپ) کا رہنے والا ایک لوہار تھا۔ وہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ''اللھم صل علی محمد'' کے نام ہی سے مشہور ہوگیا تھا اور ہر ایک شخص انہیں اسی نام سے جانتا تھا۔ ایک مرتبہ جب میں ان سے ملا اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے میرے لیے دعا فرمائی جس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ وہ جان کائنات ﷺ پر ہمیشہ درود شریف پڑھتے رہنے کے باعث مشہور تھے اور بغیر کسی خاص ضروریات کے کسی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ جب ان کے پاس کوئی شخص لوہے کی کوئی چیز بنوانے آتا تو اس سے کام کے مشروط کر لیتے تھے کہ بھائی جیسی چیز بتائی ہے ویسی ہی بنائیں گے اور اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کریں گے تاکہ جو وقت بچے اس میں بھی درود شریف پڑھیں۔ ان کے پاس جو بھی مرد، عورت یا بچہ آ کر کھڑا ہوتا تو واپس جانے تک اس کی زبان پر بھی درود شریف جاری رہتا۔ وہ اپنے شہر میں اسی مقدس مشغلے کی وجہ سے ہر خاص و عام کے دلوں میں سمائے ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے تھے۔'' (شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ''جواہر البحار'' (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء، ج ا، ص ۴۳۱)

حکیم سنائی غزنوی کا ایک واقعہ

محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ کو چاشت کے وقت شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (المتوفی ۶۶۴ھ) کی سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ درود شریف کے فضائل بیان فرماتے ہوئے آپ آب دیدہ ہوگئے اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شب حضرت خواجہ حکیم سنائی غزنوی قدس سرہ (المتوفی ۴۲۵ھ) نے حضرت رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنا روئے مبارک ان سے چھپاتے ہیں۔ خواجہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دے کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ (ﷺ) میری جان آپ پر قربان ہو کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگا لیا اور فرمایا کہ سنائی تم نے اس قدر درود شریف پڑھا ہے کہ مجھے تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے حضور علیہ السلام کو حیا آتی ہے۔ (خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی ''راحت القلوب'' (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۵ھ، ص ۱۴۱)

حضرت شیخ الاسلام غوث بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۶۶ھ) وصیت فرمایا کرتے تھے کہ دین تب ہی سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے۔





حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر کتنا درود پڑھا کرو۔ آپ نے فرمایا جس قدر چاہو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا کو ان کی زندگی میں جب کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنا دامن پھیلا کر دعا مانگتی تھیں اور جو چاہتی تھیں مل جاتا تھا۔

صلوۃ تامہ

حضرت شیخ ابو سعید صفروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۱ھ) درود تامہ بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ شیخ صفروی علیہ الرحمہ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی علیہ الرحمہ کے شیخ ہیں۔

سیدی شیخ محمد صفی الدین ابی المواہب شاذلی تیونسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۸۱ھ) دن میں ایک ہزار مرتبہ دور دشریف پڑھا کرتے تھے۔ آپ ایک ہزار تعداد پوری کرنے کے لیے بعض دفعہ جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر ترتیب سے بنا سوار کر پڑھا کر اگر کسی وقت تنگ ہو جائے تو پھر جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بربنائے فضیلت ہے ورنہ جس طرح بھی درود شریف پڑھو وہ درود ہی ہے۔

حضرت سیدی شیخ ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی



قریباً ۸۸۰ھ) ولایت میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے سوا آپ کا کوئی شیخ نہ تھا۔ آپ قاہرہ (مصر) کے محلہ حسینیہ میں جامع مسجد امیر شرف الدین کے دروازے کے قریب بھنے ہوئے چنے بیچا کرتے تھے۔ کثرت درود شریف کی وجہ سے آپ نبی ﷺ کو کثرت سے خواب میں دیکھتے تھے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کو اس کی اطلاع دیتے تو وہ فرماتیں کہ بیٹا مرد وہ ہے جسے بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو۔ جب آپ بیداری میں حضور علیہ السلام سے ملنے لگے اور مختلف معاملات میں مشورے کرنے لگے تو آپ کی والدہ محترمہ فرمانے لگیں کہ اب تم بالغ ہوئے ہو اور مردانگی کے میدان میں پہنچے ہو۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ) اپنی کتاب ''لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ سیدی شیخ علی نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ (شون مصر میں جزیرہ بنی نصر احمدی کا ایک شہر ہے) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے اور شیخ احمد الزواوی البحیری مصری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون دمنہور، مصر) کا طریقہ تھا کہ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک بار انہوں نے فرمایا ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم بہت ہی کثرت سے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ بیداری میں آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں، ہم آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی مانند مجلس میں حاضر رہتے ہیں اور آپ ﷺ سے اپنے دین کے متعلق پوچھتے ہیں اور ان احادیث کے متعلق جنہیں حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے وہ ہمارے پاس ہوتی ہیں اور ہم نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جب تک ہماری یہ کیفیت نہ ہو ہم اپنے آپ کو بکثرت درود شریف پڑھنے والوں میں نہیں سمجھتے۔ اے میرے بھائی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کا قریب ترین راستہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا ہے۔

شیخ علی نورالدین شونی کی مجالس درود

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب ''الاخلاق المتبولیہ'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ علی نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۴۴ھ) میرے مشائخ میں سے تھے [illegible] رات اپنے رب کی عبادت کرنے والے تھے۔ انہوں نے [illegible] اس کے نواح کے علاوہ بیت المقدس، شام، یمن، مکہ مکرمہ [illegible] مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ پر درود [illegible] پڑھنے کی [illegible] میں اور شیخ سیدی احمدی بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے [illegible] مصر میں اسی سال تک درود شریف کی مجلس قائم [illegible] تھے اس وقت میری عمر ایک سو گیارہ [illegible] سال حج کے موقع پر عرفات میں دیکھتے تھے۔ [illegible] تب نہ بھی ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی مجلس [illegible] ہونا ہی ان کے بلند مرتبہ کے لیے کافی ہے۔ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں پینتیس سال [illegible] آپ

ایک دن بھی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ شیخ علی نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدی احمد البدوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۵ھ) کے شہر ''طنطا'' کے نواح ''شون'' میں بچپن گزارا، پھر سیّدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں منتقل ہوگئے۔ (مشہور سیّاح ابن بطوطہ بھی اسی شہر کے رہنے والے تھے) وہاں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی مجلس بنائی۔ ان دنوں آپ بے ریش نوجوان تھے۔ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی اس مجلس میں بہت سے لوگ جمع ہوجاتے تھے۔ شیخ علی نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حاضرین جمعہ کی رات کو بعد نماز مغرب اس مجلس درود شریف کو شروع کرتے اور دوسرے روز جمعہ کی اذان تک اس میں بیٹھتے تھے۔ پھر ۸۹۷ھ میں جامعہ ازہر میں آپ نے رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی مجلس بنائی۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ نے مجھے بتایا کہ جب میں بچپن میں اپنے گاؤں شون میں مویشی چرایا کرتا تھا، اس وقت بھی میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا شوق رکھتا تھا۔ میں اپنا صبح کا کھانا بچوں کو دے دیتا اور ان سے کہتا کہ اسے کھاؤ، پھر میں اور تم مل کر رسول کریم ﷺ پر درود پڑھیں۔ اس طرح ہم دن کا اکثر حصہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں گزارتے تھے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت حجاز، شام، مصر، صعید، محلّہ الکبریٰ، اسکندریہ اور بلادِ مغرب میں نبی ﷺ پر درود شریف وسلام بھیجنے کی مجالس آپ ہی سے پھیلی ہیں۔ شیخ علی نورالدین شونی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیداری میں حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے جس طرح شیخ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ (شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ''افضل الصلوٰۃ علی سید السادات'' (عربی) مطبوعہ بیروت، ۳۰۵ صفحہ ص ۱۰۶)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۳ھ) کا یہ ہمیشہ معمول رہا کہ آپ ہر جمعہ کی رات تمام شب صبح تک حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے کا ورد فرماتے۔ آپ کا یہ معمول وفات تک جاری رہا۔

اس کے علاوہ آپ وظیفہ ایک ہزار مرتبہ صبح اور ایک ہزار مرتبہ شام کو روزانہ پڑھتے تھے۔

خواجہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دے کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میری جان آپ پر قربان ہو کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کو گلے لگالیا اور فرمایا کہ سنائی تم نے اس قدر درود شریف پڑھا ہے کہ مجھے تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد میں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ بھی اللہ کے بندے ہیں جن کی کثرت درود خوانی سے حضور علیہ السلام کو حیا آتی ہے۔

سید علی بابا میر کے سات ہزار درود

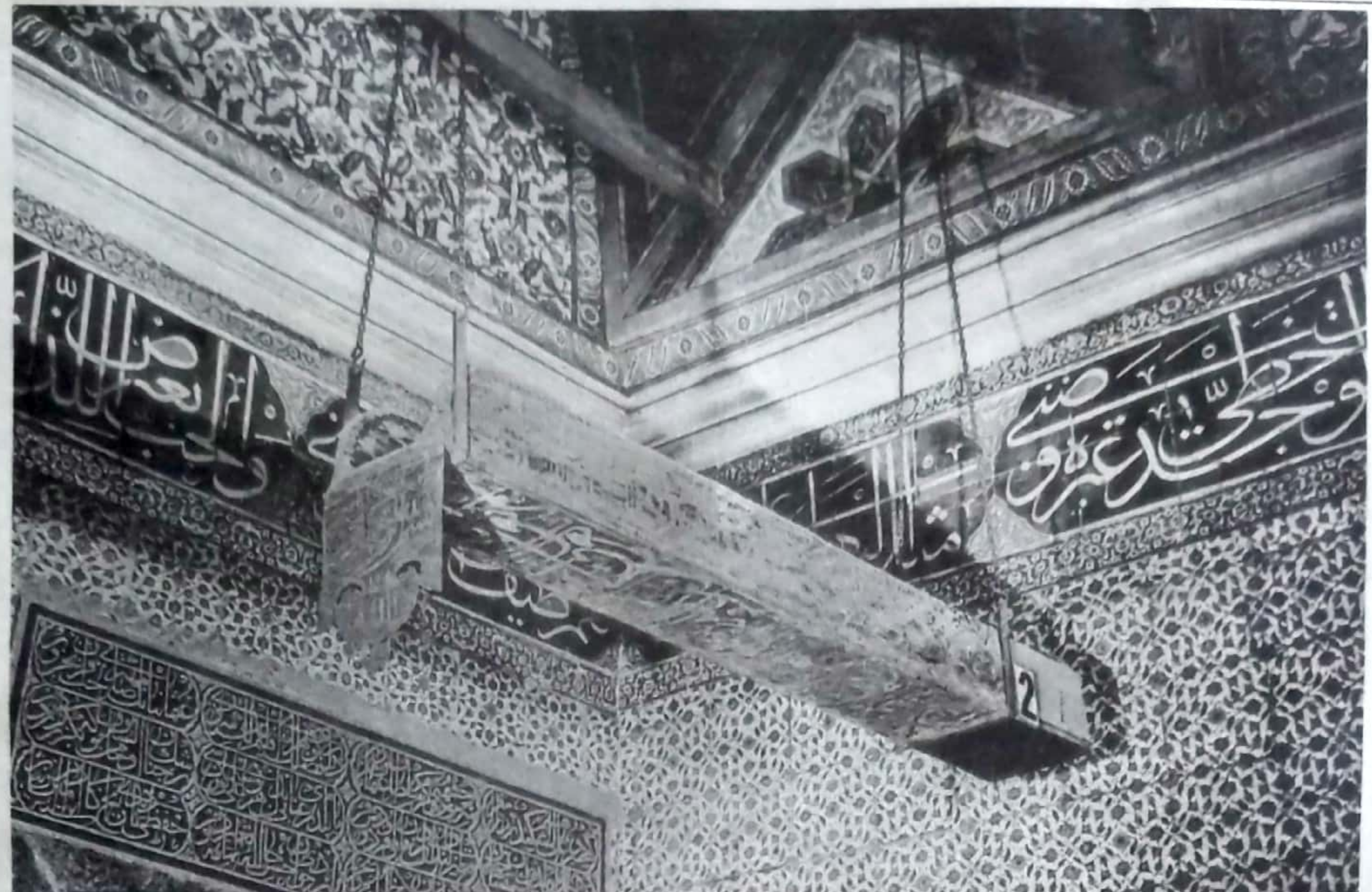
حضرت سید علی المشہور بابا میر رحمۃ اللہ علیہ (بیجاپور، بھارت) نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے سات ہزار درود شریف تالیف فرمائے۔ آپ شاہ وجیہ الدین حسینی علوی گجراتی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۹۷ھ) سے بیعت تھے۔ آپ کا مزار بیجاپور کے شہر پناہ کے باہر زہرہ پور میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ ملک شیر خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۰۵ھ) حضرت سید مصطفیٰ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ احمد آباد (گجرات کا ٹھیاواڑ، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مزار شریف موضع بودور، علاقہ خاندیس (بھارت) میں ہے۔ آپ تمام رات دن نوافل اور حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجنے میں صرف کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ محمد چشتی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۲۴ھ) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، درود شریف کی برکت سے آپ کو طے الارض حاصل تھا اس لیے آپ ہر جمعہ کو بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ درود

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۵ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے، خصوصاً جمعہ کی شب اور جمعہ کے دن اور پیر کی شب اور پیر کے دن ہیں۔



مکہ مکرمہ کی چھت میں استعمال ہونے والا نہایت ہی قدیم شہطیر ترکی کے میوزیم توپ کاپی میں محفوظ ہے

زندگی ظاہری کے ایام میں جمعہ کی راتوں میں احباب کو جمع کر کے ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے۔ اس عدد کو پورا کرنے کے بعد ایک حزنی مراقبہ میں جاتے اور پورے انکسار کے ساتھ دعا کرتے تھے (اس کے بعد) رسالہ صلوۃ ماثورہ جو ایک جز سے زیادہ ہوتا تھا یا درود شریف کا وہ رسالہ پڑھتے جو حضرت شیخ الجن والانس سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ (ملخصا)

حضرت اخوند درویزہ ننگرباری پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۸ھ) پر حضور نبی علیہ السلام کی محبت اتنی غالب تھی کہ آپ اکثر درود شریف ہی پڑھتے تھے اور (محبت رسول کریم ﷺ میں) آہیں بھر بھر کر روتے تھے۔ (محمد امیر شاہ قادری ''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'' مطبوعہ پشاور، ۱۹۶۸ء، ج ۱، ص ۳۲۔۳۳)

شیخ محدث دہلوی کا طریقہ درود

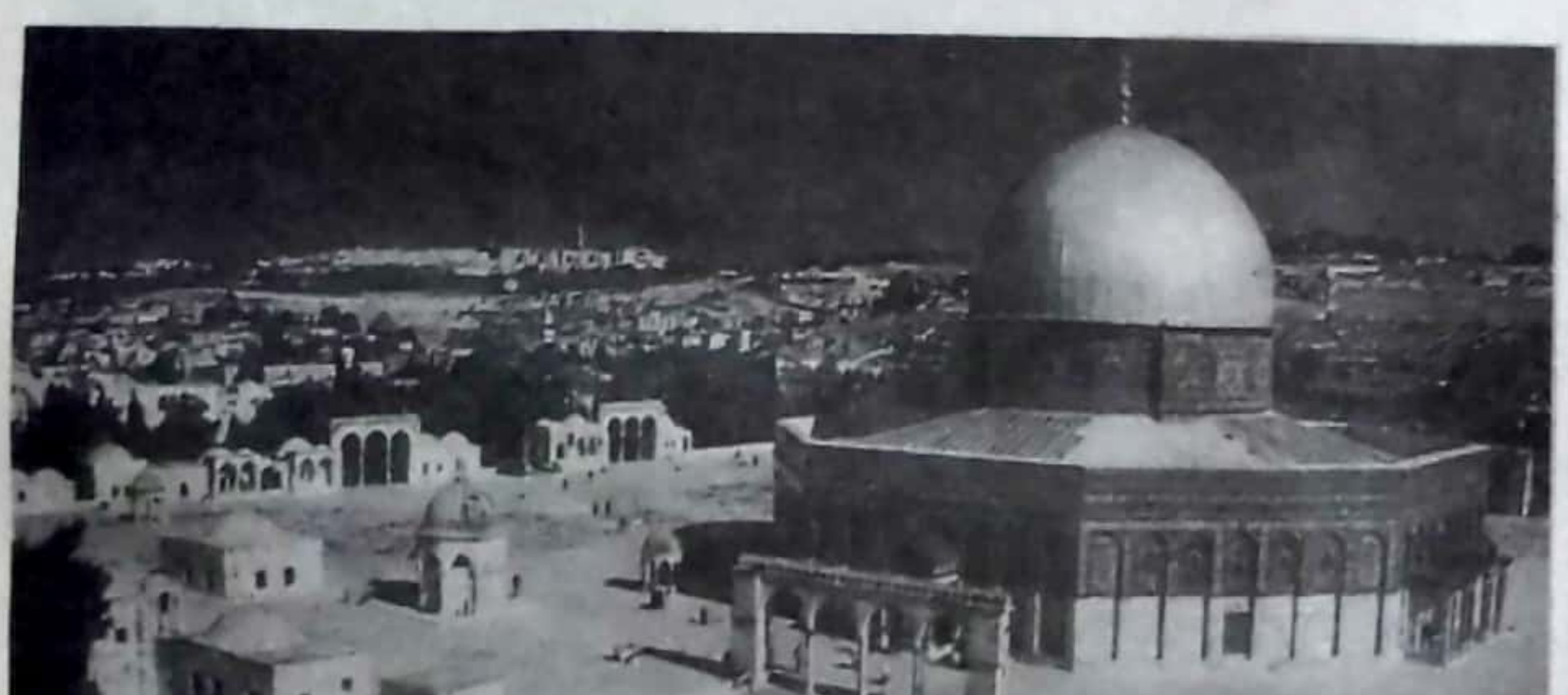
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ جس وقت اس فقیر کو شیخ عبدالوہاب متقی القادری الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۰۱ھ) نے مدینہ منورہ کے مبارک سفر کے لیے رخصت کیا تو ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! اس سفر میں فرائض ادا کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے سے بلند تر کوئی عبادت نہیں ہے۔ میں نے درود پاک کی تعداد دریافت کی تو فرمایا یہاں کوئی تعداد مقرر نہیں ہے جتنا ہو سکے پڑھو، اسی میں رطب اللسان رہو اور اسی کے رنگ میں رنگے جاؤ۔ وہ ہر طالب کو تلقین فرماتے تھے کہ روزانہ حضور علیہ السلام پر درود شریف کو ہزار مرتبہ سے کم نہ مقرر کرنا چاہیے اگر اتنا نہ ہو سکے تو پانچ سو مرتبہ لازمی ہو گویا ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ اور سونے سے پہلے بھی وقت کو خالی نہ رکھنا چاہیے اور اپنے لیے ہر نماز کے بعد تین سو سے کم نہ مقرر کرتے تھے۔

مجلس پاک کی حضوری کے لیے درود شریف

قطب زمانہ حضرت سیّد حسن رسول نما، اویس ثانی نارنولی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۰۳ھ) کا شمار دہلی کی عظیم اور بلند پایہ روحانی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً سو سال عمر پائی۔ تمام عمر ''باغ کلالی، پہاڑ گنج، دہلی'' میں رہے۔ آپ کو ''رسول نما'' کے لقب سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ آپ ہر روز گیارہ سو مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

آپ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی مجلس پاک کے حضوری تھے اور آپ جس کو یہ درود شریف پڑھنے کے لیے بتا دیتے تھے اس کو بھی حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو جاتی تھی۔ بے شمار لوگ آپ کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے۔ اس درود شریف کو پڑھنے کی آپ کی طرف سے عام اجازت ہے۔ (محمد عبدالمجید صدیقی ''سیرت النبی بعد از وصال النبی'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۵۰)

حضرت عبدالقادر ثانی حیدرآبادی بن شاہ سعد الدین رحمہم اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۱۵۹ھ) ہر وقت درود شریف پڑھتے تھے۔



حضرت شیخ محمد عابد نقشبندی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء) روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد کرتے تھے۔

روزانہ ایک لاکھ بار درود شریف

حضرت سید محمد وارث رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) شاہ رفیع الدین غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ روزانہ ایک لاکھ مرتبہ "درود طریقہ" کا ورد کرتے تھے۔

درود شریف کا ورد مخصوص طریقہ پر کسی صاحب اجازت بزرگ کی اجازت سے بہت فوائد کا حامل ہے۔ آپ کے ایک مرید غالباً شاہ ابوالحیات قادری پھلواری بہاری رحمۃ اللہ علیہ، مولف کتاب "تذکرۃ الکرام" فارسی" روزانہ دس لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

آپ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر جلی کے نیچے سبز کلمات میں سید دو عالم ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا جس کو ہر شخص آسانی سے پڑھ سکتا تھا۔ آپ کے بدن سے ہر وقت خوشبو آتی تھی۔ آپ کو حضور علیہ السلام سے بے پناہ محبت وعشق تھا۔

حضرت شیخ عبدالنبی محمد بن یونس القشاشی المالکی الدجانی المدنی رحمۃ علیہ، بیت المقدس (فلسطین) کے مضافاتی قصبہ دجانہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت صالح بزرگ تھے۔ آپ کو عبدالنبی کے نام سے اس لیے پکارا جاتا تھا کہ آپ لوگوں کو اُجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تا کہ وہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۱ھ) روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) نے مجھے ہر روز درود شریف پڑھنے کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے جو کچھ پایا اسی درود شریف کے سبب پایا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ درود شریف کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی آبرو میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

ایک کروڑ بار درود پڑھنے والے

حضرت بابا ماہی شاہ قادری نوشاہی ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء) مدفون موضوع جھنگی شاہ تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت) نے دریائے بیاس کے کنارہ پر بارہ سال میں ایک کروڑ مرتبہ درود شریف ہزارہ پڑھا اور حضور علیہ السلام کی حضور مجلس سے مشرف ہوئے۔

حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ سالک کے لیے روزانہ ہزار بار درود شریف پڑھنا لازم ہے۔

حضرت مولانا انوار الحق فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۶ھ) اپنے ہر مرید کو کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالنبی محمد بن یونس القشاشی المالکی الدجانی المدنی رحمۃ علیہ، بیت المقدس (فلسطین) کے مضافاتی قصبہ دجانہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت صالح بزرگ تھے۔ آپ کو عبدالنبی کے نام سے اس لیے پکارا جاتا تھا کہ آپ لوگوں کو اُجرت دے کر مسجد میں بٹھاتے تا کہ وہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھیں۔

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) اپنے متوسلین کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ہر روز رات کو ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔

شاہ آفاق مجددی کا روزانہ دس ہزار بار درود

حضرت شاہ محمد آفاق نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۱ھ) روزانہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

درود پاک سے آنکھیں روشن ہوگئیں

حضرت امام الدین بن میاں تاج محمود بن حافظ شرف الدین علیہم الرحمہ متوطن موضوع شاہ اعظم مضافات تونسہ اور حضرت مولوی اللہ بخش بلوچ رحمۃ اللہ علیہ ساکن موضع سوکڑی مضافات تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان قبول نامی جو بدقسمتی سے نابینا ہو گیا تھا، حضرت فخر الاولیاء خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت میں نابینا ہوں، میرے لیے دعا فرمایے کہ اللہ کریم مجھے روشنی چشم عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ میاں درود شریف پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا غریب نواز میں پہلے پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا درود شریف ایسی چیز نہیں ہے کہ تو پڑھے اور تیری آنکھیں روشن نہ ہوں۔ چنانچہ اس نوجوان نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب نو لاکھ مرتبہ پورا کیا تو اللہ کریم نے اسے بینائی عطا فرمادی۔

حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ صاحب زادہ خواجہ نور احمد جیو رحمۃ اللہ علیہ، مہار شریف (چشتیاں ضلع بہاول نگر) کے اقربا میں سے ایک شخص نابینا ہو گیا تھا۔ اس نے کثرت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ اللہ کے فضل سے ایک ماہ میں بینا ہو گیا۔

حضرت افضل العلماء، ابو علی محمد ارتضاء الصفوی قاضی القضاۃ، مدراسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر اوقات درود شریف پڑھنے میں مشغول رہا کرتے تھے۔

درود سے قبر معطر ہوگئی

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) خلیفہ مجاز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۴۰ھ) کا معمول تھا کہ آپ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ مولانا نبی بخش حلوائی لاہور رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۴۴ء) فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ آپ کی قبر پر خود حاضر ہو کر یہ کیفیت دیکھی کہ قبر سے خوشبو کی لپٹیں آتی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا کہ کسی عطار نے اپنی ساری خوشبوؤں کو بکھیر دیا ہے۔ میں نے تپتی دھوپ میں بھی حاضری دی مگر آپ کی قبر کے پاس تمام پتھروں اور اینٹوں کو ٹھنڈا پایا۔

حضرت میاں محمد حسن بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء) پانچ روز میں ایک لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد فرماتے تھے آپ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت میاں تاج محمد بلوچستانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) نے بھی درود شریف کا ورد اور دلائل الخیرات شریف کے ورد کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔

حضرت مولانا محمد حیات خاں رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۱ھ) رام پور شہر (صوبہ یوپی، بھارت) میں محلہ نالہ پار کی مسجد میں شب و روز تنہا رہا کرتے تھے، درود شریف کا ورد کثرت سے کیا کرتے تھے اور ہر مہینے خواب میں زیارت نبی کریم ﷺ سے مشرف ہوتے تھے۔

سوا لاکھ بار درود خضری پڑھنے والے ایک مجددی بزرگ

عارف باللہ سید امام علی شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) کی خانقاہ مکان شریف (رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور، بھارت) میں ہر روز نماز عصر کے بعد سوا لاکھ مرتبہ درود شریف خضری کا ختم ہوتا تھا۔

کثرت درود سے عقیدہ درست ہو گیا

امام الاطباء حکیم سید ببر علی موہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھے۔ آپ مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۹ھ) کے اساتذہ میں سے تھے۔ غریب مریضوں پر بے انتہا توجہ فرماتے تھے۔ آپ کئی پشتوں سے مذہبا شیعہ تھے لیکن کثرت درود شریف کی وجہ سے دربار نبوت کے فیض نے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ ایک عجیب ذوق وشوق کی حالت میں کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔ آخر ایک دن یہ مبارک شغل رنگ لایا اور سویا ہوا نصیب جاگ اٹھا۔ خواب میں حضور سید الابرار ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور علیہ السلام ایک مرصع تخت پر جلوہ افروز ہیں اور چاروں خلفاء راشدین ہم نشینی سے براندوز ہیں۔ صبح کو بیدار ہوئے تو فوراً عقائد باطلہ سے تائب ہوئے اور مذہب حق اہل سنت قبول کیا۔ اکبر آباد، بھارت میں وصال ہوا۔

حدیث اور انکارِ حدیث



بدعقیدہ عناصر کی جانب سے تقسیم کیے گئے لٹریچر کا عکس جن میں اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کی گئی ہے

آج کل انٹرنیٹ کی کچھ ویب سائٹس پر قرآن کریم کی سورتوں سے ملتے جلتے عربی کے چند پیراگراف دیے جارہے ہیں جن کو سورتوں کا نام دیا گیا ہے۔ فی الحال ایسی چار من گھڑت عبارتیں دی جارہی ہیں۔ سورۃ المسلون، سورۃ الوصایا، سورۃ الایمان اور سورۃ التجسد۔ ان میں دین اسلام کے خلاف اور عیسائیت کے حق میں عجیب عجیب خرافات اور مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ ان کی ایسی ادبی یا علمی حیثیت تو نہیں کہ کسی باشعور انسان کو متاثر کرسکیں۔ نہ ہی یہ خطرہ ہے کہ اسے کوئی مسلمان دھوکہ کھائے، البتہ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ غیر مسلم ان سورتوں کو قرآن سمجھ کر دھوکہ کھا جائیں یا عیسائیت اس خودساختہ کلام کو دلیل بنا کر اسلام اور قرآن کے خلاف پروپیگنڈہ کرے۔ لہٰذا اس پرفتن دور میں ہوشیار و چوکنا رہنے اور دشمنانِ اسلام کے اٹھائے ہوئے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

... کی عظمت اور خاتم الانبیاء حضرت محمد الرسول ... کی محبت مسلمانوں کے دل سے کم کرکے اور دین اسلام کی والہانہ عقیدت کے احترام سے محروم کرکے انہیں کچے ربڑ کے غبارے جیسا بنا دینے کی دو کوششوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔ یعنی قرآن پاک اور حدیث مبارکہ سے رشتہ توڑنے کی دو سازشیں۔

یہاں میں قرآن پاک کے بارے میں اجمالاً اور حدیث مبارکہ کے بارے میں مفصل بتاؤں گا۔

انٹرنیٹ نے مواصلات اور معلومات کی نئی راہیں تو کھولی ہیں، یہ بات بھی ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کوئی چیز بری نہیں ہوتی بنفسہ مگر اچھا سے برا ہونا اس کے استعمال پر ہوتا ہے لیکن اسے زیادہ تر تخریبی سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ عوام کی اکثریت چوں کہ ہر نئی چیز سے جلد متاثر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا بے دھڑک جالوں کی بنی ہوئی اس بھول بھلیوں میں داخل ہوجاتی ہے اور یوں مغرب کے اُگائے ہوئے اس زہریلے جنگل میں داخل ہونے کے بعد انہیں ایسے خطرناک کیڑے مکوڑے چمٹ جاتے ہیں جن کے لگائے ہوئے ڈنک انہیں مذہب اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اب تو بعض ایسی سی ڈیز بھی آرہی ہیں جنھیں بنایا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ مذہب کے احترام اور تقدس کے جذبات کو کچلیں اور پامال کریں۔

کلام مقدس کے خلاف ناپاک جسارت کے بعد حدیث شریف کی اسناد اور متاد مجروح کرنے کی کوشش زور وشور سے جاری ہے۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں ایسے بہت سے لوگ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جن کے یہاں رات گئے تک ہر آنے والے سوالات کی دعوت دیتے ہیں، ان سوالوں کے جواب میں یہ حضرات وقفہ وقفہ بگھارتے ہیں اس سے متاثر ہونے والے شخص سے علم وفہم میں اضافہ ہو یا نہ ہو مگر حدیث مبارکہ سے ان کی عقیدت ومحبت ضرور کم ہوتے ہوتے ختم ہوجاتی ہے۔ ان مدعیانِ تحقیق کے دروازوں پر گاڑیوں کی قطاریں لگی رہتی ہیں۔ جہاں طبقہ ثروتیہ سے تعلق رکھنے والے افراد کثیر تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ مغربی تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے کی بدولت ان کی ذہنیت ... کہ یہ علمائے کرام کی بجائے انگلش نما اُردو بولنے والے ... سے مرعوب ہوتے ہیں اور جب انکو پڑیا

میں لپٹی زہر پیش کی جاتی ہے تو ان کی طبیعتیں اسے جلد ہی قبول کرلیتی ہیں، لہٰذا ان مجالس میں جا کر ان کی عملی زندگی میں تو تبدیلی نہیں آتی، وہ تو ویسے کی ویسی رہتی ہے، البتہ چند ایسے شکوک اور وسوسے ان کے دل و دماغ میں جاگزیں ہوجاتے ہیں جن کی نحوست سے وہ حدیث شریف کے منکر ہوجاتے ہیں۔ انھیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے اپنا رابطہ جوڑ رہے ہیں اور اہل قرآن میں شمولیت کی سعادت انھیں حاصل ہورہی ہے لیکن درحقیقت احادیث مبارکہ کے مستند ذخیرے سے بے اعتمادی کے زہریلے جراثیم ان میں انڈیلے جارہے ہوتے ہیں۔ وہ سنتوں والی مبارک زندگی اور قرآنی اعمال سے یک سر دور اور محروم ہوتے ہوئے بھی خود کو اسلام کا حقیقی فہم رکھنے والا اور دوسروں کو ''اصل اسلام'' سے آگاہ کرنے کی فکر رکھنے والا اور دردمند مسلمان سمجھتے ہیں۔

منکرین حدیث نے ''احادیث نبویہ'' کے خلاف طرح طرح کی مغالطات وشبہات پیدا کرنے کی ایک مہم چلا رکھی ہے اور کافی کچھ کہا۔ مثلاً

''کبھی کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں باہم تصادم ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے احادیث کی کیا ضرورت ہے۔ قرآن تو خود مکمل کتاب ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ وہی احادیث مبارکہ قابل قبول ہیں جو قرآن کے موافق ہیں۔''

منکرین حدیث، احادیث مبارکہ میں تعارض وتناقص کا الزام لگاتے ہیں۔ حالاں کہ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں سرے سے تضاد ہی نہیں۔

یہ کس قدر مقام تعجب ہے کہ منکرین حدیث کے نزدیک رسول کریم علیہ السلام قرآنی آیات کی تبلیغ وتدوین اور تعلیم وتحریر اور اس کے جمع وحفاظت کے بارے میں تو قابل اعتبار ہیں لیکن آیات کریمہ کی تفسیر وتوضیح اور تحلیل وتحریم کے دیگر مسائل میں غیر معتبر ہیں۔ اگر پیغمبر برحق قرآن کو قرآن بتانے میں قابل اعتبار ہے تو قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر میں بھی قابل اعتبار ہے۔ کیوں کہ متن کا جس پر نزول ہوا اسی پر تشریح ودیگر توضیحات کا بھی نزول ہوا۔ پھر اسی کا روایت کردہ متن تسلیم اور اسی کی بیان کردہ تشریح و تفسیر ناقابل تسلیم۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''یعنی سنن رسول اللہ ﷺ کتاب اللہ کے مجملات کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں چوں کہ یہ دونوں منشاء الٰہی اور ارشاد الٰہی کے تحت ہیں اس لیے یہ دونوں ہی باجماع امت وحی کہلاتے ہیں۔''

(خطبہ استیعاب جلد اول)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث مبارکہ بھی وحی الٰہی میں داخل ہیں اور اس ذکر الٰہی میں شامل ہیں جس کی حفاظت کا رب تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے۔ پس جس طرح قرآن پاک کی حفاظت انسانوں ہی کے ذریعے کرائی گئی اسی طرح حفظ حدیث کا بھی منجانب اللہ انتظام ہوا اور خلق خدا نے سینوں اور سفینوں کے ذریعے اسے محفوظ رکھا۔

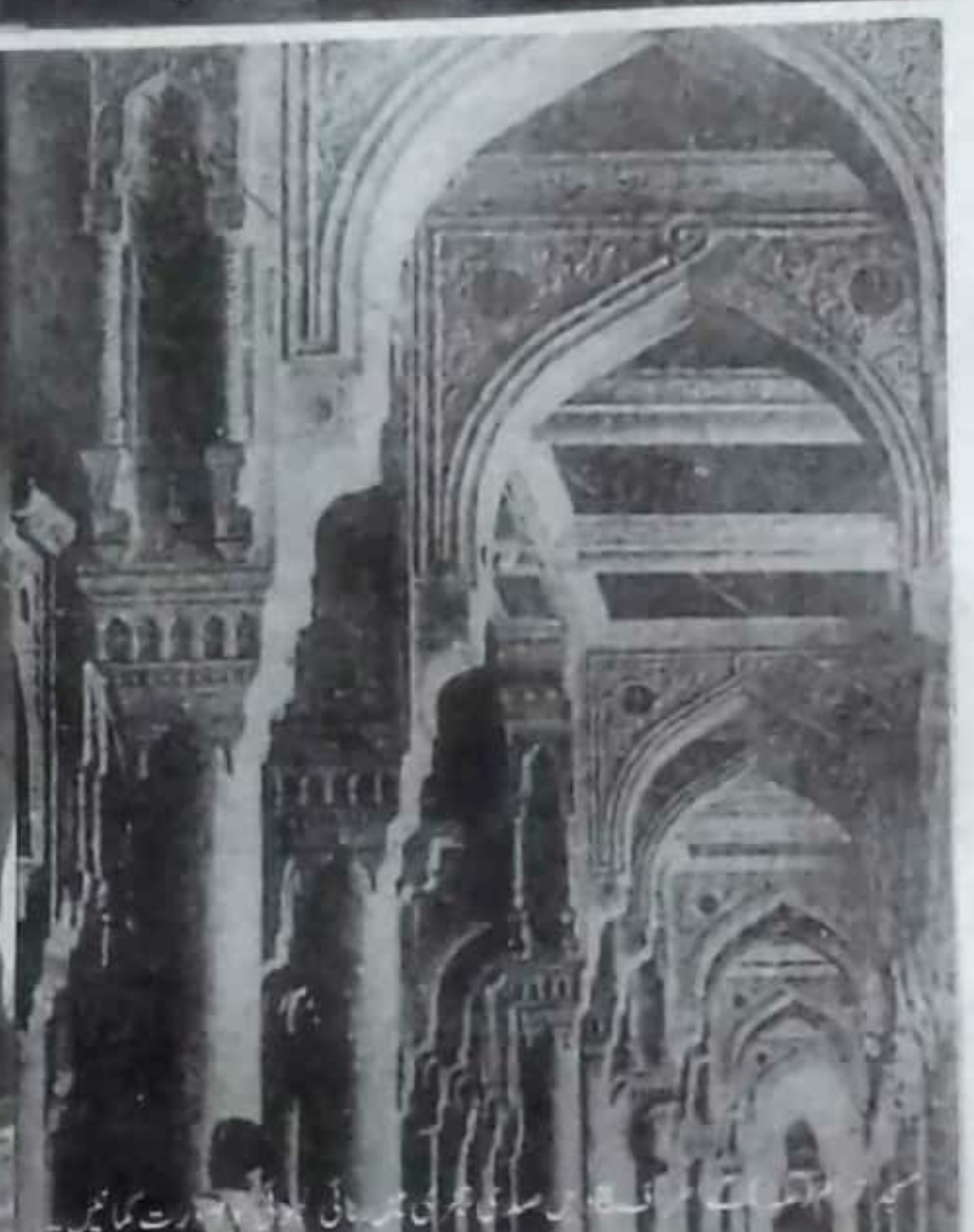
وحی الٰہی جو قرآن کریم کی شکل میں ہے۔۔ متن ہے او



روضہ رسولؐ کا باب جبرئیل سے داخل ہونے پر دکھائی دینے والا حصہ



[illegible] کی قدیم ترین مسجد جو [illegible] جہاں مدینہ سے باہر پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی۔



[illegible]

دوسری وحی الٰہی جو قرآن کریم کے مجملات کی تشریح وتوضیح کرتی ہے وہ حدیث کہلاتی ہے اور وہ اس کی شرح ہے۔ خداوند کریم نے آنحضرت ﷺ کو موردِ وحی بنا کر اس کی شرح کا حق عطا فرمایا۔ ثبوت کے لیے ہم چند آیات مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ پہلی آیت میں ارشاد ہے

''ہم نے آپ پر کتاب کو صرف اسی لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے اس کی تبین وتوضیح کردیں۔'' (نحل، ٦٤)

چناں چہ ارشاد ہے۔

''بے شک ہمارے ذمے اس کا جمع کردینا اور پڑھا دینا ہے، پس جب ہم اس کو پڑھ دیں تو آپ اس پڑھنے کی اتباع کریں، پھر بلاشبہ ہمارے ذمے اس کا بیان بھی ہے۔'' (قیامہ، ١٧)

اس کی مزید تفصیل ایک اور آیت میں بھی ملتی ہے چناں چہ فرمایا۔

''ہم نے آپ کی طرف کتاب کو اتارا حق کے ساتھ تاکہ آپ فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا۔'' (نساء، ١٠٥)

یہ آیات صراحۃ بتارہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو منجانب اللہ فہم قرآن ... کی خاص بصیرت اور خاص سوجھ عطا فرمائی گئی تھی اور اسی خاص فہم وبصیرت کے ذریعے نبی اکرم ﷺ لوگوں کے معاملات کا قرآنی احکام کے تحت فیصلہ کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم علیہ السلام قرآن کے مبین اور شارح تھے اور آپ کی تشریح وتبین اسی بصیرت کی روشنی میں ہوتی تھی جو آپ کو اللہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات مبارکہ اس پر دال ہیں کہ آپ علیہ السلام کو حکم بنایا گیا ہے۔ پس اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی اطاعت وتسلیم کے ساتھ حامل کتاب نبی اکرم ﷺ کے احکام وقضایا کی تعمیل وتسلیم بھی ضروری ہے۔ ہم نبی کریم علیہ السلام کے انہیں احکام اور آپ کے تمام فیصلوں کو حدیث نبوی سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی حدیث رسول اللہ ﷺ کے واجب التسلیم ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ آپ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے اندر صدہا اختلاف ہوئے۔ آپ کے پاس مقدمات آئے۔ مسلمانوں کو غیر قوموں نے ستایا، بدعہدیاں کیں، ان کے واقعات سامنے آئے، آپ نے ان تمام مواقع پر مناسب فیصلے ''بما اراک اللہ'' کے تحت دیے اور اپنے ارشادات گرامی سے ''ان ھو الا وحی یوحی'' کے تحت ان معاملات کا حل فرمایا۔ ان قضایا واحکام کا نام ہمارے نزدیک، حدیث رسول ہے اگر

بقول منکرین حدیث یہ حدیث نہیں تو پھر کیا چیزیں ہیں۔ یہ حدیث ہی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ہر ایک قول، فعل، حکم اور قضا محفوظ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے تمام اعمال واقوال مبارکہ کو عاشقانہ ووالہانہ انداز میں دیکھا، سُنا اور اس کو دل ودماغ کے گوشوں اور پھر سینوں میں محفوظ کرلیا۔

آج منکرین حدیث ایسے شبہات اور معارضات کو دہراتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ مکمل ہے اور اس میں ہر چیز مفصل موجود ہے پس ہم کو کسی اور چیز یعنی حدیث سے تفصیل یا توضیح حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حالاں کہ دوسری آیات میں حکم موجود ہے کہ آپ علیہ السلام آیات قرآن کی توضیح کردیا کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پس اس طرح یہ لوگ دراصل قرآن کو قرآن سے ٹکراتے ہیں۔ اب قرآن کریم کی بعض آیات کے پیش نظر شبہات پیدا کرنا اور بعض دوسری آیات سے صرف نظر کرنا دراصل ''جدال فی القرآن ہے۔''

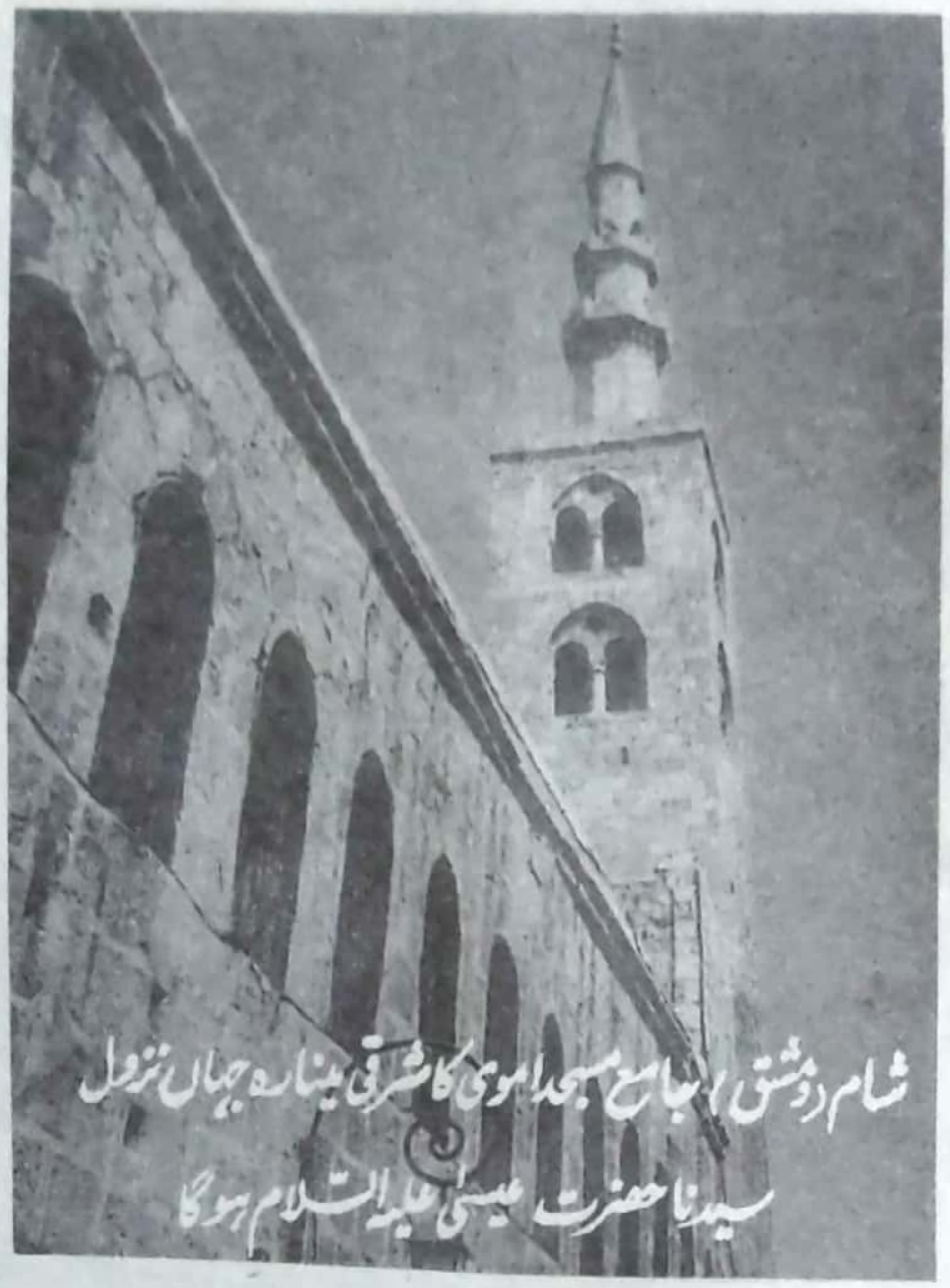
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''قرآن آیات میں جھگڑا اور مخاصمت حرام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی منصوص حکم **ما اتاکم الرسول فخذوہ** یا اطاعت رسول کا حکم کسی شبہ سے رد کردے مثلاً یوں کہے کہ جب قرآن خود مفصل ہے تو توضیحات رسول اور اطاعت رسول کی کیا ضرورت؟ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلی اُمتیں کتاب اللہ کی بعض آیات کو دوسری آیات سے ٹکرانے کے سبب ہلاک کردی گئیں۔

فتنہ انکار حدیث دور حاضرہ کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس کا موقف علمی زیادہ مستحکم ومضبوط ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے یہ فتنہ دہریت اور کمیونزم کا ہم آہنگ ہے۔ اس کا مقصد بجز دین کو فنا کرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ دہریت عقل انسانی کو دین پر غالب کرتی ہے اور کمیونزم احتیاج بشری کو۔ منکرین حدیث جن کو کتاب آسمانی کے انکار کی جرأت تو نہیں ہوئی لیکن انہوں نے کتاب اللہ کو اس کے حامل کی تفسیر اور تشریح سے محروم کرکے اسے بے اثر بنانے کا مذموم منصوبہ تیار کیا اور حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کا جو مکمل سامان کیا تھا اس کو درہم برہم کرنا چاہا۔ حق تعالیٰ نے صرف کتاب نازل کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان اوصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتا ہے۔'' (القرآن)

منکرین حدیث دوسروں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ واجب الاتباع محض وحی الٰہی ہے اور وہ صرف کتاب اللہ میں منحصر



شام دمشق / جامع مسجد اموی کا مشرقی مینارہ جہاں نزول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوگا



مسجد اقصیٰ کا دلفریب منظر

ہے اور حضور علیہ السلام کی اطاعت آپ کی زندگی تک محض مرکز ملت ہونے کی وجہ سے تھی۔ آج مرکز ملت کی عدم موجودگی میں حضور علیہ السلام کے احکام کی پابندی غیر ضروری ہے (نعوذ باللہ) ان کا قول یہ بھی ہے کہ اطاعت صرف اللہ کی ہوسکتی ہے، کسی انسان کی نہیں ہوسکتی، حتیٰ کہ رسول بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کراسکتا۔

شاید منکرین حدیث نے قرآن کو پڑھا ہوگا مگر سمجھا نہیں۔

حالاں کہ قرآن شریف میں جابجا۔ اطیعو اللہ ''یعنی اطاعت کرو اللہ کی'' کے ساتھ اطیعوا الرسول ''یعنی اطاعت کرو رسول کی'' کا حکم فرمایا گیا اور ایک جگہ واضح ارشاد ہے۔

''جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

اعتراض: نبی کی طرف بے حیائی کی نسبت غیر معقولیت کی نسبت، ناواقفیت کی نسبت جن احادیث سے ظاہر ہو، ان احادیث کو ان نقائص کی بنا پر حدیث رسول سے خارج کردینا چاہیے یا نہیں جیسا کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ ایک ظرف میں الگ الگ غسل فرماتے اور بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا اور کھجور کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا زیادہ پھل اُگے گا اور زیادہ پھل نہیں آیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

جواب: مذکورہ بالا اعتراضات جو معترفین نے کیے ان کا فقط زعم ہے حقیقت نہیں، حقیقت کچھ اور ہے۔ محض ان نسبتوں سے حدیث ناقابل قبول نہیں ہوتی۔ مثلاً زوجین کی طرف سے جو بے حیائی کی نسبت کی گئی وہ محض نسبت کرنے والے کا خیال ہے اگر اس عمل سے بے حیائی مقصود ہو تو نظام نسل باطل ہوجائے گا۔ بے حیائی تو وہ ہے جسے نبی بے حیائی بتائے۔ نبی نے کہیں زوجین کے غسل کو ایک ظرف سے الگ الگ بے حیائی نہیں فرمایا نہ کتاب اللہ نے اس فعل کو بے حیائی بتایا اور اگر اس قسم کی باتوں کو بے حیائی سے تعبیر کیا جائے گا تو اللہ نے قرآن پاک میں سورۃ الطلاق کی آیت نمبر چھ میں ''من ماء دافق'' استعمال کیا۔ جس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لفظ چھاتی استعمال کیا اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لفظ مادہ تولید استعمال کیا اگر یہ

الفاظ بے حیائی ہیں تو ان کو بھی قرآن مجید سے خارج کردینا چاہیے اور اگر بے حیائی نہیں تو الفاظ حدیث بھی بے حیائی نہیں ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی طرف جو جھوٹ کی نسبت کی گئی ہے اس نسبت سے بھی حدیث کو حدیث ہونے سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ اوراگر اس نسبت سے حدیث کو خارج کیا جائے گا تو قرآن پاک کو بھی خارج کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا برتن رکھ دیا اور پھر یہ کہہ دیا کہ تم چور ہو، ظاہر میں یہ فعل جھوٹ سے بھی برتر ہے اور فرمایا **کذلک کدنا لیوسف** (یوسف) ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر سکھائی'' تو چاہیے کہ اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا۔ یہ بھی خلاف عقل اور غیر معقول نہیں ہے کہ جب انسان کی فرشتہ سے ہم کلامی مان لی، جو بہ ظاہر غیر معقول ہے تو پھر ہاتھا پائی ماننے میں کیا غیر معقولیت ہے؟ دونوں ایک ہی درجے کی باتیں ہیں۔ یعنی جو شخص کسی سے بات چیت کرسکتا ہے۔ وہ اس کے تھپڑ بھی مار سکتا ہے۔

کھجور کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا قرآن کے مطابق ہے۔ ''اور کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ کل اس کو کروں گا۔'' (الکہف) اس آیت سے وہی بات ظاہر ہورہی ہے جو حدیث سے ظاہر ہورہی ہے اور جس طرح یہاں یہ بات نبوت کے منافی نہیں ہے اس طرح وہاں بھی نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اس سارے بیان کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پر جتنے اعتراضات ہیں اسی طرح کے ہیں۔

سوال: ''ہم نے ذکر قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کے نگہبان اور محافظ ہیں۔'' (الحجر) اور ظاہر ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور حدیث محفوظ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے بس وہی چیز دین ہے اور حدیث چوں کہ محفوظ نہیں ہے اس لیے نہ اللہ اس کا محافظ ہے نہ ذکر ہے نہ دین ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے ذکر یعنی نصیحت کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے وہ ذکر اور نصیحت کا محافظ ہے اور ذکر اور نصیحت قرآن اور حدیث دونوں میں ہے۔ لہٰذا دونوں محفوظ ہیں۔ قرآن بھی محفوظ ہے اور حدیث بھی محفوظ ہے بلکہ قرآن کے حافظ تو چند ایک فیصد ہی ملیں گے اور حدیث کے معانی کے حافظ ساری قوم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسواک سنت ہے۔ عید کے دن روزہ حرام ہے۔ زنا کی سزا رجم ہے۔ صبح کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ ظہر کی چھ سنتیں ہیں۔ قبر میں نکیرین سوال کریں گے۔ عذاب قبر ثواب قبر برحق ہے۔ غرض یہ کہ معاملات اور عبادات کے جو طریقے حدیث نے بتائے ہیں۔ وہ ہر جاہل اور عالم کے حافظہ میں محفوظ ہیں۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس نے دین کو محفوظ کردیا ہے۔ ہر شخص حافظ سنت ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حدیث غیر محفوظ ہے بالکل غلط ہے۔ حدیث عملاً محفوظ ہے۔ قرآن پاک تلاوتاً محفوظ ہے۔

آخری نکتہ: قرآن نے کہا ''تمہاری زندگی میں حضور علیہ السلام کی زندگی مبارک بہترین نمونہ ہے۔'' مزید یہ کہ تمہارے لیے زندگی گزارنے اور زندگی کے ہر شعبے ہر پہلو میں حضور علیہ السلام کا اسوۂ بہترین مددگار ہے اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن پاک تمام ریب وتشکک اور اغلاط سے پاک ہے اور اس کا ہر حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔ آپ علیہ السلام کا اسوۂ کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال اور ہر وہ بات اور ہر وہ عمل جو آپ علیہ السلام سے کبھی بھی اور کسی موقع پر صادر ہوا ہو، وہ اُمت محمدیہ ﷺ کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے اگر قرآن کا یہ حکم باقی ہے (یقیناً باقی ہے) تو حضور علیہ السلام کے اقوال وافعال اور جو کچھ ہمیں احادیث مبارکہ سے حاصل ہمعلوم ہوئے وہ محفوظ ہیں اگر محفوظ نہ ہوتے تو یہ آیت مبارکہ ہمارے لیے بلکہ ساری اُمت کے لیے بے عمل ہوتی۔

احادیث نبویہ قرآن کریم کی شارح اور حیات نبوی علیہ السلام کی تفسیر ہیں۔ اسلام کی صحیح تشریح وتعبیر ان ہی پر موقوف ہے۔ ان پر عمل ہی ہمارے لیے ذریعۂ نجات ہے ان سے محروم ہوکر ہمارا ٹھکانا گمراہی کے اندھیرے غار میں تو بن سکتا ہے، فلاح ونجات کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اسلام کو ان ہستیوں سے حاصل کیا جائے جن کی زندگیوں میں صحیح معنوں میں اسلام وجود ہے جن کی علمی، عملی اور روحانی نسبتیں حضور علیہ السلام سے ملتی ہیں اور ان کے شب وروز سنت نبویہ کے نور سے روشن ومنور ہیں۔

مجاہدین کو خراج تحسین

نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
چٹان راہ میں پڑے تو اسکو توڑ پھوڑ دو
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو
فریب کار دوستوں کی دوستی کو چھوڑ دو
عدد کی کیا مجال ہے تمہارے آگے آسکے
نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
تمہاری ضرب الا اللہ کی کون تاب لاسکے
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو
تمہارا عزم ہے بلند حوصلہ جوان ہے
قدم قدم ہو گلستاں تم ایسے راہ نور ہو
افق کی روشنی طلوع صبح کا نشان ہے
یہ کہکشاں فلک پہ تیری راستے کی گرد ہو
شہید کی جو موت ہے وہ ہے دوام زندگی
نقیب صبح جاوداں اے غازیو بڑھے چلو
یہی ہے ملک و قوم کے لئے پیام زندگی
سحر بہت قریب ہے مجاہدو بڑھے چلو

مسلکِ اہلِ سنت اور مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عامر بیگ

اُمت مسلمہ کا مختلف فرقوں میں بٹ جانا تو قابل تحسین ہے اور نہ قوت میں اضافے کا باعث تفریق در تفریق جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی قوت میں کمی آتی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اختلافات پوری شدت کے ساتھ موجود ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو سب کو غلط قرار دے کر ایک نئے فرقے کا اضافہ کرلیا جائے یا پھر قرآن و حدیث اور اسلاف اُمت کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے کہ کون حق پر ہے؟

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر اس کے دائیں بائیں کچھ خطوط کھینچے اور فرمایا۔ یہ متعدد راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے، اور یہ آیت کریمہ پڑھی ''اور یہ میرا راستہ ہے سیدھا اس کی پیروی کرو۔''

اس آیت کریمہ اور حدیث شریف سے واضح ہے کہ سیدھا اور واجب الاطاعت ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ اور ہماری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، وہ سب آگ میں ہوں گے سوائے ایک ملت (جماعت) کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ملت کونسی ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے اصحاب ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کا نجات پانے والا سب سے پہلا گروہ صحابہ کرام کا ہے جن میں حضرات اہل بیت کرام بھی شامل ہیں۔ یہی وہ قدسی صفات نفوس ہیں جنہوں نے


۳۔ یہ عظیم الشان مسجد ملائیشیا میں قائم ہے جو وہاں کے مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی گواہی دے رہی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے قدم بقدم چل کر زندگی بسر کی اور جن کے جگمگاتے نقوش اقدام بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے منزل مقصود کے نشان راہ بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ واہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مسلمین کا نام عطا فرمایا اس مبارک نام کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے نام کی ضرورت نہ تھی لیکن مسلمان کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر ایسے عقائد اختیار کر لیے جو کتاب و سنت کے ظاہر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد کے مخالف تھے، مثلاً واصل بن عطا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا، اس کا یہ عقیدہ تھا کہ جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے، اس عقیدے کی بنا پر اس نے اپنے استاد کا حلقہ درس چھوڑ کر علیحدہ حلقہ بنا لیا، اس بنا پر اس کا اور اس کے پیروکاروں کا نام معتزلہ قرار پایا۔

شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، ابو علی جبائی معتزلی کے شاگرد تھے، ایک موقع پر انہوں نے استاد سے ایک سوال پوچھا جس کا وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکا، انہوں نے استاد کا مذہب چھوڑ دیا اور معتزلہ کے عقائد کے رد میں سرگرم ہو گئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائی ان عقائد کے ثابت کرنے میں صرف کر دی جو ظاہر حدیث سے ثابت تھے اور صحابہ کرام ان کے قائل تھے، ان کے متبعین کا نام اہل سنت و جماعت رکھا گیا۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی سنت اور جماعت صحابہ کے عقائد و نظریات رکھنے والے اور ما انا علیہ واصحابی پر کاربند، اہل سنت و جماعت کے دوسرے امام شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں اماموں میں صرف چند مسائل میں اختلاف ہے۔

مکتوبات امام ربانی اور مسلک اہل سنت و جماعت

دعوت اسلام کے سلسلے میں قرآن پاک میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے مکتوب گرامی کا ذکر ہے جو انہوں نے ہدہد کے ذریعے ملکہ صبا بلقیس کے نام ارسال کیا، احادیث مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ کے مکتوبات شریفہ کا تذکرہ ملتا ہے جو آپ نے اس وقت کے سلاطین کو ارسال کی دعوت دینے کے لیے ارسال فرمائے۔

دعوت و تبلیغ میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ الفتح الربانی کے نام سے شہرہ آفاق اور لافانی حیثیت کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی اپنی افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے زندہ و پائندہ ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ کے زندہ جاوید مکتوبات دنیائے مکتوبات میں سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں۔

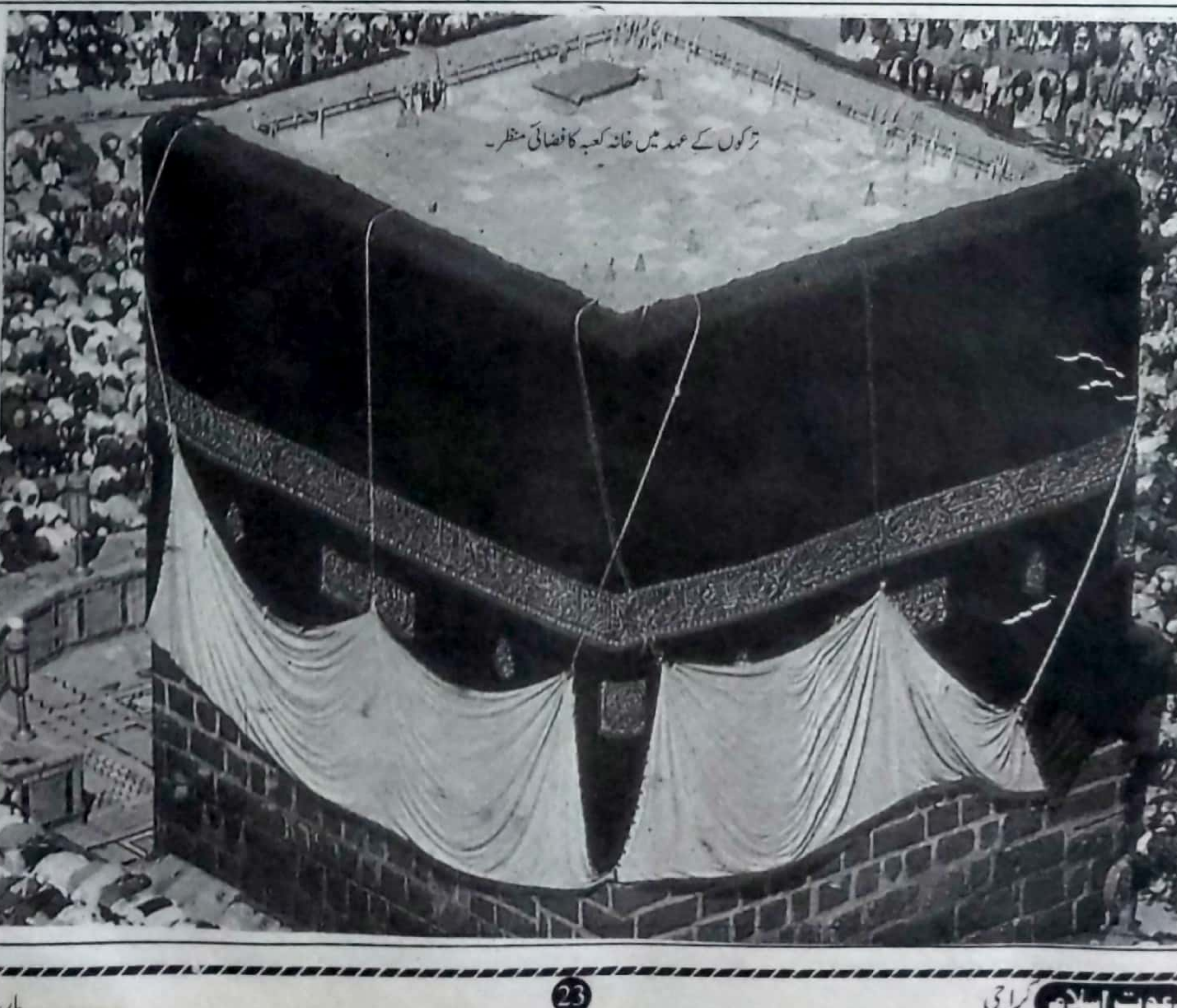
آج فاصلاتی تعلیم کا سسٹم اوپن یونیورسٹیوں کے ذریعے قائم ہے، امام ربانی کے دور میں ماہرین تعلیم کے ذہنوں میں فاصلاتی تعلیم کا تصور بھی نہ تھا، اس کے باوجود امام ربانی نے اپنے مکتوبات کے ذریعے نہ صرف یہ نظام دعوت و تعلیم عملاً رائج کیا بلکہ اسلامی انقلاب برپا کر دیا، یہ وہ دور تھا جب حکومت سطح پر لادینیت کو فروغ دیا جا رہا تھا اور اسلامی شعائر کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں قرآن و حدیث کی ترجمانی کی ہے اور روح اسلام کی تبلیغ فرمائی ہے، اس لیے آج بھی ان کی آب و تاب میں کوئی فرق نہیں آیا اور وہ آج بھی اَن گنت دلوں اور روحوں کو ایمان و معرفت کے انوار سے منور کر رہے ہیں۔

امام ربانی قدس سرہ اہل سنت و جماعت کی پیروی کو نجات کے لیے لازمی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ راہ نجات اقوال افعال اور اصول و فروغ میں اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ ان کی کثرت میں اضافہ فرمائے کی پیروی ہے، کیونکہ یہی نجات پانے والا فرقہ ہے، دوسرے فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں آج کوئی شخص اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے تاہم کل روز قیامت ہر شخص جان لے گا۔ اے اللہ! ہماری آنکھیں کھول دے قبل اس کے کہ موت ہماری آنکھیں کھولے۔

جناب سید محمود رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں۔

مخدوما! ابدی نجات کے حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ علم کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ علم جس کا مقصد عمل ہے، اس کا بیان علم فقہ میں ہے۔ (۲) وہ علم جس کا مقصد صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد کے مطابق علم کلام میں بیان ہوئی ہے، ان بزرگوں کی پیروی کے بغیر نجات کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اگر بال برابر بھی مخالفت ہو تو خطرہ ہی خطرہ



ترکوں کے عہد میں خانہ کعبہ کا فضائی منظر۔

ہے، یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام کے ذریعے بھی یقین کی حد تک پہنچی ہوئی ہے، اس کے خلاف کا احتمال بھی نہیں ہے۔ آئندہ سطور میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے حوالے سے اہل سنت کے چند عقائد پیش کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات

خان جہاں کے نام ارسال کردہ مکتوب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد مختصر طور پر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات کے ساتھ خود موجود ہے، باقی تمام اشیا اس کے پیدا کرنے سے موجود ہیں اور عدم سے وجود میں آئی ہیں، پس اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی (بے ابتدا) ہے، باقی تمام اشیا حادث اور نو پیدا ہیں...... اللہ تعالیٰ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ تو واجب الوجود ہونے میں اور نہ ہی مستحق عبادت ہونے میں (واجب وہ ہستی ہے جس کا عدم نہ ہو سکے اور عبادت تعظیم کی انتہا کو کہتے ہیں یعنی کسی ہستی کو مستقل اور موثر بالذات مانا جائے قادری) واجب الوجود ہونا اس کے غیر کے لائق نہیں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صفات نقائص کی اس جناب مقدس سے نفی ہے، اللہ تعالیٰ جواہر اجسام اور اعراض کی صفات اور ان کے لوازم سے منزہ ہے، زمان ومکان اور جہت کی اس کی بارگاہ میں گنجایش نہیں ہے، یہ سب اس کی مخلوق ہیں، وہ شخص بے خبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر کہتا ہے اور اس کے لیے جہت فوق ثابت کرتا ہے، عرش اور ماسوا تمام مخلوقات حادث اور اس کی مخلوق ہیں، حادث کی کیا مجال؟ کہ وہ خالق قدیم کا مکان اور ٹھکانہ بنے۔

اللہ تعالیٰ کی بلند و برتر ذات ہماری عقل میں نہیں آ سکتی اور جو چیز ہماری عقل میں آ جائے وہ ذات الٰہی نہیں ہو سکتی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
و زہر چہ گفتہ اند و شنیدیم خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

اے وہ ذات جو قیاس، خیال اور گمان و وہم سے برتر ہے۔ اور ہر اس چیز سے برتر جو کہنے والوں نے کہی اور ہم نے سنی اور پڑھی ہے۔ دفتر مکمل ہو گیا اور عمر آخر کو پہنچ گئی اور ہم ابھی تیری صفت کے بیان کرنے کی ابتدا ہی میں ہیں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اپنے ان اسماء اور صفات کاملہ سے متصف ہے جن کے ساتھ خود اس نے اپنی تعریف فرمائی ہے لیکن اس کے بارے میں جو کچھ ہمارے ادراک، فہم، عقل اور تصور میں آتا ہے وہ اس سے منزہ اور بلند ہے۔

اہل ایمان کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ ''کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی زیارت کریں گے۔''

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بہشت میں بغیر جہت اور مقابلہ کے اور بغیر کیف اور احاطہ کے مومنوں کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے، ہم اس اُخروی دیدار پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیف کے بغیر ہے، اس جہان میں اس کی حقیقت کیوں اور کیسے کے چکر میں پڑنے والوں پر ظاہر نہیں ہوتی اور ایمان کے بغیر ان کو دیدار نصیب نہیں ہوگا۔

افسوس فلاسفہ، معتزلہ اور دیگر اہل بدعت فرقوں پر کہ محرومیت اور نابینا ہونے کی بنا پر آخرت کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، غائب کو حاضر پر قیاس کرتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کی دولت سے بھی مشرف نہیں ہوتے۔

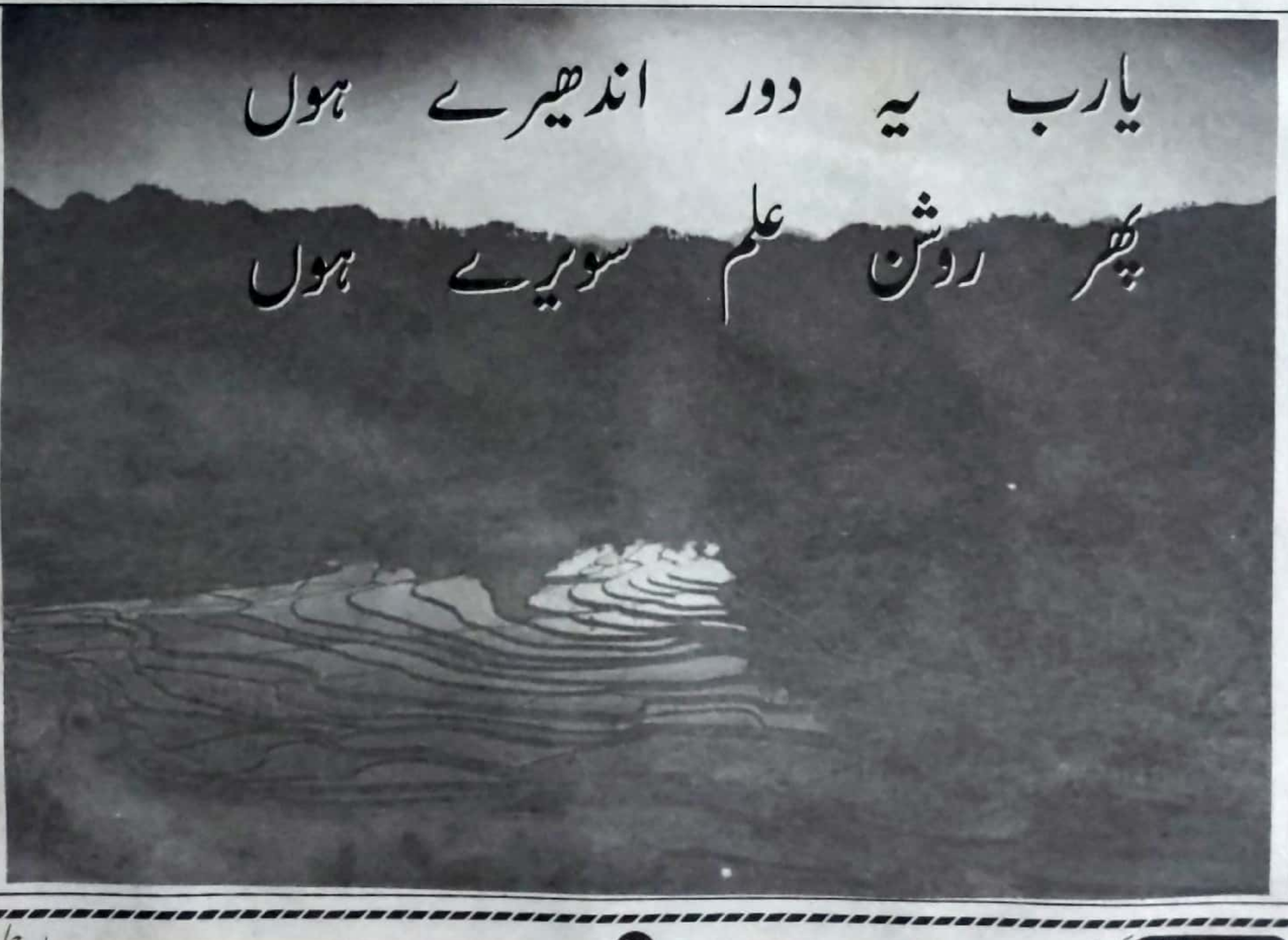
ہم میں سے ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور زبان سے اس کا اقرار کرتا ہے لیکن امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تو اس سے بھی آگے کی تعلیم دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

توحید کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف توجہ سے خالی کر دی جائے، جب تک دل اس کے ماسوا کے تعلق میں گرفتار ہے اگرچہ بہت ہی معمولی سا تعلق ہو اور ارباب توحید میں سے نہیں ہے، اس دولت کے حاصل کیے بغیر ایک کہنا اور ایک ماننا ارباب تحقیق کے نزدیک امر زائد ہے، ہاں ایک کہنا اور ایک ماننا جو تصدیق ایمانی میں معتبر ہے ضروری ہے لیکن اس کا الگ مطلب ہے۔

یعنی توحید یہ ہے کہ بندہ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد اس طرح راسخ ہو جائے کہ یاد الٰہی سے غافل کر دینے والی ہر چیز کو دل سے نکال پھینکے، ورنہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ عبادات اس کی یاد کے لیے ہیں، تلاوت قرآن کریم اسی کی یاد کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا تذکرہ اور چرچا اس کی یاد کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کو رام اور کرشن کہنا انتہائی حماقت ہے۔

بعض لوگ جہالت یا عیاری کی بنا پر کہتے ہیں کہ مسلمان اور ہندو میں فرق نہیں ہے ایک رحمٰن کو مانتا ہے اور دوسرا رام کو، رحمٰن بھی وہی ہے اور رام بھی وہی ہے، یہ کھلا دھوکہ ہے، امام ربانی رحمۃ

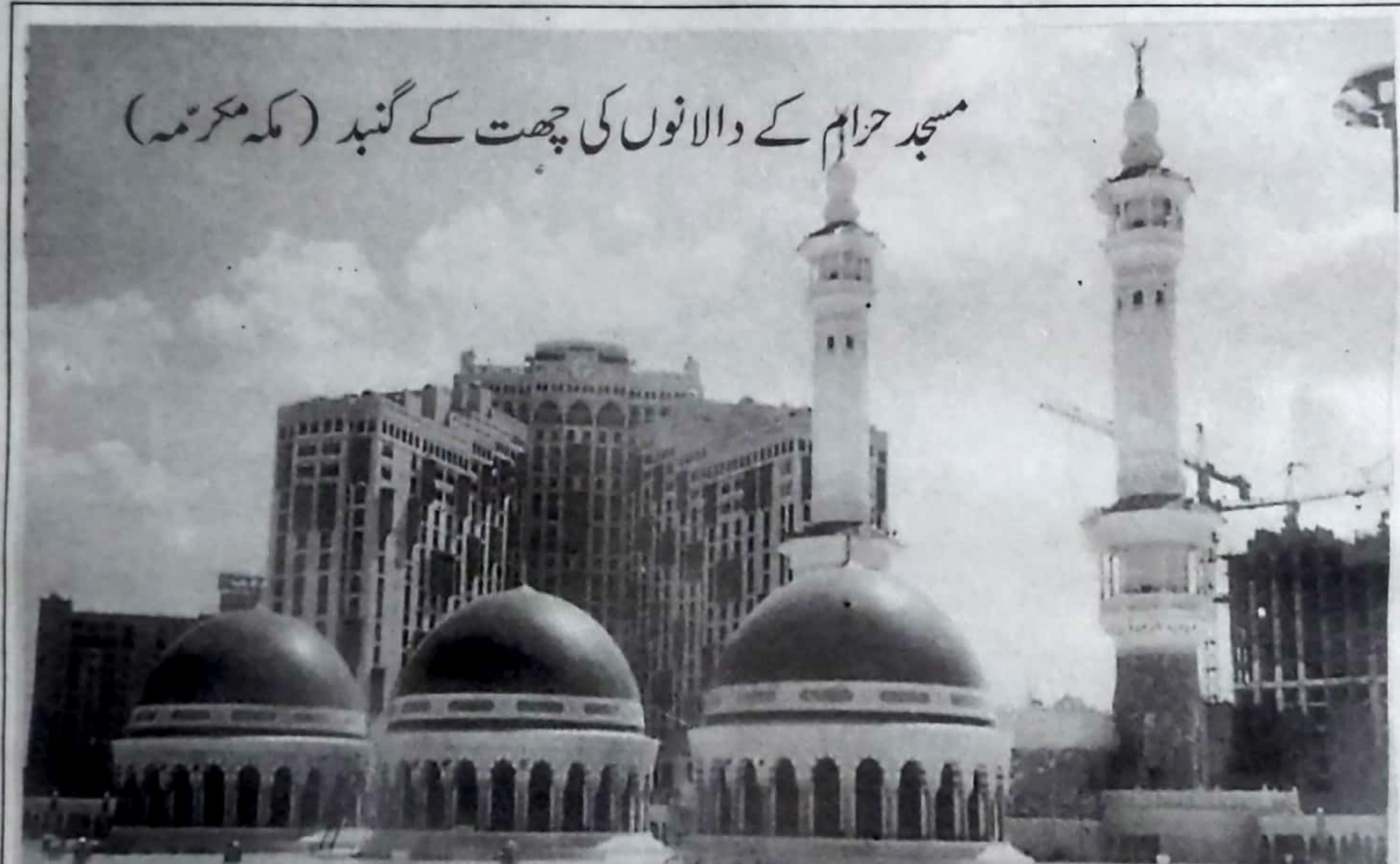


اللہ علیہ ایک ہندو کے نام ارسال کردہ مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''رام اور کرشن وغیرہ ہندوؤں کے معبود، اللہ تعالیٰ کی حقیر مخلوقات میں سے ہیں، یہ ماں باپ سے پیدا ہوئے، رام جسرت کا بیٹا، لکھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر تھا، رام اپنی بیوی کی حفاظت نہ کرسکا، اسے راون لے اڑا وہ کسی دوسرے کی کیا امداد کر سکے گا؟ دور اندیش عقل سے کام لینا چاہیے اور ہندوؤں کی تقلید نہیں کرنی چاہیے، ہزاروں نفرین ہیں اس شخص پر جو تمام جہانوں کے پالن ہار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے، یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص عظیم الشان بادشاہ کو بھنگی کے نام سے یاد کرے، رام اور رحمٰن کو ایک جاننا پرلے درجے کی حماقت ہے، خالق اور مخلوق ایک نہیں ہو سکتے۔

مقام مصطفےٰ ﷺ

حضور سید عالم ﷺ کا مقام تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے، اللہ


مسجد حرام کے دالانوں کی چھت کے گنبد (مکہ مکرمہ)

تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو وہ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا اور نہ کسی رسول کی وہاں تک رسائی ہوئی، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''مقام رضا سے اوپر صرف حضرت خاتم الرسول ﷺ کا مقام ہے، غالبًا اسی مقام کی خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ میرے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ میرے ساتھ اس وقت کسی مقرب فرشتے اور نبی رسول کی گنجائش نہیں ہے۔ اور غالبًا حدیث قدسی میں اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اے حبیب! میں ہوں اور تم ہو اور تمہارے علاوہ جو کچھ ہے وہ میں نے تمہارے لیے پیدا کیا۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے عرض کیا۔ اے اللہ! تو ہے اور میں نہ ہوں، تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔

لوگ آج حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کے مقام کا کیسے ادراک کر سکتے ہیں؟ اور آپ کی عظمت و بزرگی اس جہان میں کیسے پہچان سکتے ہیں؟ کیونکہ اس امتحان گاہ (دنیا) میں سچا اور جھوٹا، حق اور باطل مخلوط ہے، قیامت کے دن آپ کی بزرگی معلوم ہوگی کہ آپ پیغمبروں کے امام اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے، آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔''

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ماوشما تو کیا کہ خلیل و جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

محبت و اطاعت مصطفےٰ ﷺ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دن قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ سامنے آگئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے آباء، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان، وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا امر لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اس آیت کی تلاوت سے بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آگیا۔ اسی اثناء میں نے اپنے حال کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی میں بھی گرفتار نہیں ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حبیب ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کی محبت ہر محبت پر غالب ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جناب سید فرید کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت کا عین قرار دیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس ذات کریم جل شانہ کی اطاعت نہیں ہے۔

سلطان محمود غزنوی نے اپنی بادشاہی کے دور میں خرقان کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور اپنے چند نمائندے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجے اور درخواست کی کہ شیخ سلطان کی ملاقات کے لیے تشریف لائیں، ساتھ ہی نمائندوں کو حکم دیا کہ اگر شیخ آنے کے لیے تیار نہ ہوں تو آیہ کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پڑھ کر سنائیں جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول مکرم کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (حکام) کی اطاعت کرو، نمائندوں نے حاضر ہو کر دعوت ملاقات دی اور جب دیکھا کہ شیخ تیار نہیں تو آیہ کریمہ پڑھ کر سنائی شیخ نے فرمایا میں۔ اطیعوا اللہ میں اتنا گرفتار ہوں کہ اطیعوا الرسول سے شرمندہ ہوں، اولوالامر کی اطاعت کی باری تو بعد میں ہے۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''حضرت شیخ نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول گرامی کی اطاعت کے بغیر ہو سکتی ہے، یہ بات استقامت سے دور ہے، مستقیم الاحوال مشائخ اس قسم کی باتوں سے اجتناب کرتے

ہیں، شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں، رسول اللہ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عین گمراہی قرار دیتے ہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خراسان کے شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، وہاں خراسان کے اکابر سادات میں سے ایک بزرگ سیّد بھی تشریف فرما تھے، اسی اثنا میں ایک مغلوب الاحوال مجذوب آ گئے، حضرت شیخ نے انہیں سیّد صاحب کے آگے جگہ دی، یہ بات سیّد صاحب کو ناگوار گزری، شیخ نے سیّد صاحب کو کہا کہ آپ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بنا پر ہے اور اس مجذوب کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس تفریق کو مستقیم الاحوال اکابر جائز قرار نہیں دیتے، رسول اللہ ﷺ کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے کو سکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اسے فضول بات قرار دیتے ہیں، ہاں اتنا ہے کہ مقام کمال یعنی مرتبہ ولایت میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا حصہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی محبت پر ثابت قدمی عطا فرمائے، جو بعینہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی محبت کا پیمانہ اور معیار کیا ہے؟ ہم نے اپنی صوابدید کے مطابق مختلف معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ آیئے! دیکھیں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں؟

سرور دو عالم ﷺ کی کامل محبت کی فرع کامل اتباع ہے۔

اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی کامل محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے دشمنوں سے مکمل بغض رکھا جائے اور آپ کی شریعت کے دشمنوں سے دشمنی کا اظہار کیا جائے، محبت میں مداہنت کی گنجائش نہیں ہوتی، محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے، مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں سے کسی طرح صلح نہیں کرتا، دو متباین محبتیں جمع نہیں ہوتیں، اجتماع ضدین کو محال کہتے ہیں، محبوب کی محبت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ اس کے دشمن سے دشمنی رکھی جائے۔

یہ مکتوب اگرچہ اس دور کا ہے جب شریعت کی مخالفت اور لادینیت کی سرپرستی سرکاری سطح پر کی جا رہی تھی تاہم ان ارشادات کا ایک ایک جملہ آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

ہم نے کہا ہے کہ محبت خاص پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ محض فضل سے اس فقیر کو حاصل ہوئی تھی۔ اس محبت کے رنگ میں یہ فقیر کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے میری محبت اس لیے ہے کہ وہ رب محمد ﷺ ہے۔

اُمت کے احوال سے آگاہی

راہ معرفت کے سلوک کا مبتدی کائنات سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے، منتہی مخلوق سے رُخ نہیں پھیر سکتا، اس کے مقام کے لیے لازم ہے کہ وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہو، اس کے

''خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے ان حضرات کی پیروی اور ان کی تقلید کا شرف عطا کیا گیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے ان کی مخالفت کی، ان سے جدا ہوا، ان کے اصول کو چھوڑا اور ان کے گروہ سے نکل گیا، ایسے لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے، ایسے لوگوں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا۔

باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی توجہ میں فرق نہیں آتا، اس نکتے کے بیان کے ساتھ ہی امام ربانی فرماتے ہیں۔

''حدیث شریف تنام عینای و لا ینام قلبی جو تحریر ہوئی ہے اس کا اشارہ دوام آگاہی (ہر وقت اللہ کریم کی طرف متوجہ ہونے) کی طرف نہیں ہے، بلکہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہیں ہوتے، اسی لیے سرور دو عالم ﷺ کے حق میں نیند ناقص وضو نہیں ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی امت کی حفاظت کے سلسلے میں بکریوں کے رکھوالے کی طرح ہوتے ہیں اس لیے غفلت آپ کے منصب نبوت کے لائق نہیں ہوگی۔''

غیب اور متشابہات کا علم

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''قرآنی متشابہات تاویل پر محمول ہیں ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''متشابہ کی تاویل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی متشابہ تاویل پر محمول ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء راسخین کو بھی اس تاویل کے علم میں حصہ عطا فرماتا ہے، جیسے کہ اپنی ذات کے ساتھ مخصوص علم غیب کی اطلاع خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ (۱) محکمات (۲) متشابہات۔ پہلی قسم شرائع اور احکام کا منشا ہے اور دوسری قسم حقائق اور اسرار کے علم کا خزانہ ہے، وجہ، قدم، ساق، اصابع اور انامل جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب متشابہات ہیں، اسی طرح حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کی ابتدا میں وارد ہوئے ہیں وہ بھی متشابہات میں سے ہیں، ان کی تاویل کی اطلاع علماء راسخین کے علاوہ کسی کو نہیں دی۔''

قرآن پاک میں یہ تو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا زمین و آسمان کا کوئی بھی رہنے والا غیب نہیں جانتا، یہ بھی آیا ہے کہ متشابہ کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ غیب کا علم کسی کو بھی عطا نہیں فرماتا یا دے ہی نہیں سکتا، اس کے برعکس یہ ضرور فرمایا ''ہاں مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔''

اسی طرح یہ کہیں نہیں فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم کسی کو عطا نہیں فرماتا۔''

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے مذکورہ اقتباسات سے دو مسئلے واضح طور پر معلوم ہو جاتے ہیں۔

(۱) وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اطلاع اپنے خاص رسولوں کو عطا فرماتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو عطا فرماتا ہے۔

بے مثل نورانی بشریت

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''جاننا چاہیے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق باقی انسانوں کی طرح نہیں ہے، بلکہ کائنات کے کسی فرد کی تخلیق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی، کیونکہ آپ باوجود عنصری جسم کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔''

بے سایہ و سائبان عالم

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''جس قدر دقیق نظر سے صحیفہ ممکنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کا وجود وہاں دکھائی نہیں دیتا، بلکہ آپ کا منشاء خلقت اور امکان صفات اضافیہ کا وجود اور امکان محسوس ہوتا ہے۔ اور جب اس سرور دو عالم ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہیں ہے۔ بلکہ اس عالم سے اوپر ہے اس لیے لازمی طور پر آپ کا سایہ نہ تھا، نیز عالم شہادت میں کسی بھی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے، جب آپ سے زیادہ لطیف پورے جہان میں کوئی نہیں ہے تو آپ ﷺ کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔''

حاضر و ناظر

اولیاء کاملین کی روحیں مختلف مقامات پر متشکل ہو کر مختلف لوگوں سے ملاقات کرتی ہیں، ان کی دعا و برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلات آسان فرما دیتا ہے، جب یہ اولیاء کاملین کا حال ہے تو حضور علیہ السلام کا کیا مقام ہوگا۔ حضرت امام ربانی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عطا سے جنات کو یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان سے عجیب و غریب افعال ظاہر ہوتے ہیں، اگر اولیاء کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے؟ اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی قسم کا وہ واقعہ ہے جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہے کہ وہ ایک آن میں متعدد جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں اور ان سے مختلف افعال صادر ہوتے ہیں، اس جگہ بھی ان کے لطائف مختلف جسموں

اور شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی طرح مختلف حاجتوں والے لوگ اپنے زندہ یا فوت شدہ عزیزوں سے خوف اور ہلاکت کی جگہوں میں مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان کی مصیبتوں کو دور کرتی ہیں۔ ان عزیزوں کو کبھی اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور کبھی اطلاع نہیں ہوتی۔ از ما و شما بہانہ بر ساختہ۔ ہمارا اور تمہارا تو بہانا بنایا ہوا ہے۔ (اصل میں امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے) یہ بھی ان عزیزوں کے لطائف متشکل ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔

یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔ چنانچہ ایک رات میں ہزار افراد خواب میں سرور دو عالم ﷺ کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور مختلف امور کا استفادہ کرتے ہیں، یہ سب نبی اکرم ﷺ کی صفات اور لطائف کا مثالی صورتوں سے تشکل ہوتا ہے۔

میلاد شریف

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''اے حبیب ﷺ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔'' اب دیکھنا یہ ہے کہ فقط اتباع کافی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو منافقین بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے، ماننا پڑے گا کہ وہی اتباع مقبول ہے جس کے ساتھ دل و جان سے سرکار دو عالم ﷺ کی محبت بھی شامل ہو، حدیث شریف میں ہے جس کے ساتھ محبت ہو انسان اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے، معلوم ہوا کہ ہر مومن کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کا ذکر قرار دل و جاں ہے، محفل میلاد بھی حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت باسعادت اور فضائل و کمالات کا تذکرہ ہوتا ہے، کونسا مسلمان ہوگا جو اس کا انکار کرے گا اور اس سے منع کرے گا؟

مکتوبات شریفہ کا شیخ مراد مکی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے، مولانا نور احمد امرتسری نے ان کا ایک نوٹ اس جگہ حاشیہ میں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

اس سے پہلے متعدد مکتوبات میں میلاد شریف کے پڑھنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مطلب وہی ہے جو انہوں نے اس جگہ بیان فرمایا ہے، دیگر مقامات پر جو مطلقاً منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ وہی ہے جو اس جگہ بیان کی گئی۔

ایصال ثواب

دنیا سے رحلت فرمانے والے مومنین کے لیے دعائے مغفرت اور صدقہ وخیرات کے ذریعے ایصال ثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے، امام ربانی، مرزا علی جان کے نام تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو اور وقتاً فوقتاً دعا اور صدقہ کے ساتھ ان کی مدد کرو، کیونکہ میت ڈوبنے والے کی طرح منتظر ہوتا ہے کہ اسے ماں باپ، بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے۔ نیز ان کی موت سے اپنی موت کی عبرت پکڑنی چاہیے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دینا چاہیے اور دنیا کی زندگی کو صرف دھوکے کا سامان شمار کرنا چاہیے۔

محبت اہل بیت

اہل سنت کے بارے میں یہ گمان کیسے کر لیا جائے کہ وہ اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے، یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے، اور خاتمے کی سلامتی اس محبت کے مستحکم ہونے سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔

''اس فقیر کے والد ماجد جو علم ظاہری اور باطنی کے عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس محبت کا خاتمے کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے، ان کی مرض وفات کے وقت یہ فقیر حاضر تھا، جب ان کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا اور اس جہان کی طرف توجہ کم رہ گئی، فقیر نے انہیں ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں، اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔''

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام ربانی فرماتے ہیں کہ صریح کشف والہام کے ذریعے یہ بات درجہ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ راہ نجات صرف اہل سنت و جماعت کے عقائد کا اختیار کرنا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

''خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے ان حضرات کی پیروی اور ان کی تقلید کا شرف عطا کیا گیا اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جس نے ان کی مخالفت کی، ان سے جدا ہوا، ان کے اصول کو چھوڑا اور ان کے گروہ سے نکل گیا، ایسے لوگ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے، ایسے لوگوں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا انکار کیا (حضور علیہ السلام کی) شفاعت کا انکار کیا، ان پر (نبی کریم ﷺ کی) محبت اور صحابہ کی فضیلت مخفی ہوئی اہل بیت رسول کی محبت اور اولاد بتول کی مودت سے محروم ہوئے اور خیر کثیر روک دیے گئے جو اہل سنت کے حصے میں آئی۔

''قرآن پاک اور شریعت کی تبلیغ صحابہ کرام نے کی ہے اگر ان پر طعن کیا جائے تو قرآن کریم اور شریعت پر بھی طعن لازم آئے گا۔ قرآن پاک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جائے تو قرآن پاک پر ہی طعن لازم آئے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں زندیقوں کے عقیدے سے محفوظ رکھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے فرمایا۔ ''رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہونے والا غبار بھی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے کئی درجے افضل ہے۔''

اولیاء کرام سے محبت

جسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو وہ یقیناً اللہ والوں سے بھی محبت کرے گا، امام ربانی فرماتے ہیں۔

''اس گروہ کی محبت جو معرفت پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے، خوش قسمت ہے وہ جسے یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں اے اللہ! تو نے اپنے دوستوں کو کیا مقام عطا فرمایا ہے؟ جس نے انہیں پہچانا اس نے تجھے پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا انہیں نہ پہچانا۔ اس جماعت کی دشمنی زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ابدی محرومیت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس آزمائش سے محفوظ رکھے شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ الٰہی تو جسے رد فرمانا چاہتا ہے اسے ہمارے ساتھ الجھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی بارگاہ کے مقربین کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہے۔

تقلید امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور دنیائے اسلام کے مسلم مجتہد ہیں، آپ نے زمانہ خیر القرون میں اجتہاد کیا اور علم فقہ مرتب کیا، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فقہ کے بانی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، فقہ کے چار حصوں میں سے تین حصے ان کے سپرد ہیں، فقہ کے باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے حضرات آپ کے ساتھ شریک ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب خانہ ہیں اور دوسرے سب آپ کے بال بچے ہیں۔

عوام تو رہے عوام، اصحاب کشف اکابر اولیاء کرام آئمہ مجتہدین کی تقلید سے مستثنیٰ نہیں ہیں، امام ربانی فرماتے ہیں۔

''اصحاب ولایت خاصہ اور عام مومنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اولیاء کرام کا کشف والہام انہیں اتنی فضیلت نہیں دیتا کہ وہ تقلید کی پابندی سے آزاد ہو جائیں، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہم عام مومنوں مثلاً زید، عمرو، بکر اور خالد کے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگوں کو دیگر امور میں فضیلت ہے۔

اسی مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''بغیر کسی تکلف اور تعصب کے کہا جاتا ہے کہ کشف کی نگاہ میں مذہب حنفی کی نورانیت عظیم دریا کی صورت میں نظر آتی ہے اور باقی مذاہب حوضوں اور چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

ارادہ یہ تھا کہ امام ربانی نے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جس عقیدے و محبت کا اظہار کیا ہے اس کا بھی تذکرہ کرتا، نیز عرس، ایصال ثواب، مزارات پر چادر چڑھانے کے بارے میں بھی مکتوبات کے اقتباسات پیش کرتا لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب ﷺ صحابہ کرام، اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزرگان دین اور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے فیوض وبرکات سے فیض یاب فرمائے۔ اور مسلک اہل سنت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

تصور بدعت اور اس کی شرعی حیثیت


قلعہ قموص کے نیچے وہ مسجد جس میں دوران محاصرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم امامت فرماتے تھے

کسی بھی نئے کام (بدعت) کی حلت وحرمت جاننے کا صائب طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن وسنت پر پیش کیا جائے۔ اگر اس کا شریعت کے ساتھ تعارض آ جائے تو بلاشبہ بدعت سیّہ اور ناجائز وحرام ہوگا لیکن اگر شریعت کے کسی بھی حکم سے تضاد یا تصادم واقع نہ ہو تو اسے محض ''ترک ذکر'' کی وجہ سے گمراہی، ناجائز یا حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔


جامع مسجد سلطان احمد
انسانی کاریگری کا حیران کن
شاہکار

اسلام ایک آسان، واضح اور قابل عمل نظام حیات ہے۔ چوں کہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لہٰذا اس کے دامن میں کسی قسم کی کوئی تنگی، جبر یا محدودیت نہیں ہے۔ یہ قیامت تک پیش آنے والے علمی و عملی، مذہبی و روحانی اور معاشی ومعاشرتی تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اگر کسی مسئلے کا ذکر براہِ راست قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بدعت وگمراہی اور حرام وناجائز ہے کیوں کہ ''ترکِ ذکر'' حرمت کی نہیں بلکہ حلت اور اِباحت کی دلیل ہے۔

کسی بھی نئے کام (بدعت) کی حلت وحرمت جاننے کا صائب طریقہ یہ ہے کہ اسے قرآن وسنت پر پیش کیا جائے۔ اگر اس کا شریعت کے ساتھ تعارض آ جائے تو بلاشبہ بدعت سیّہ اور ناجائز وحرام ہوگا لیکن اگر شریعت کے کسی بھی حکم سے تضاد یا تصادم واقع نہ ہو تو اسے محض ''ترک ذکر'' کی وجہ سے گمراہی، ناجائز یا حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظام حلال وحرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔ ایک بار جب حضور اکرم ﷺ سے گھی، پنیر اور دوسری اشیائے خوردنی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

''وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ رہیں وہ اشیا جن کے بارے میں سکوت فرمایا تو وہ تمہارے لیے معاف ہیں۔'' (جامع الترمذی، ۲۰۶)

''وما سکت عنه فهو مما عفا نه'' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ شارع نے جن کا ذکر نہیں کیا وہ مباح اور جائز ہیں لہٰذا محض ''ترک ذکر'' سے کسی چیز پر حرمت کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے جو اپنی طرف سے چیزوں پر حلت وحرمت کے فتوے صادر کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس طرح کہ تم اللہ پر بہتان باندھو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔'' (النحل، ۱۶، ۱۱۲)

کتنے افسوس کی بات ہے کہ دین دینے والا ''لا اکراه فی الدین'' اور ''یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' فرما کر دین میں آسانی اور وسعت پیدا کرے اور دین لانے والا

نبی ﷺ "وما سکت عنه فهو مما عفا عنه" فرما کر ہمارے دائرے عمل کو کشادہ کرے مگر دین پر عمل کرنے والے اپنی کوتاہ فہمی اور کم علمی کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے نزاعی اور فروعی معاملات پر بدعت وضلالت اور ناجائز وحرام کے فتوے صادر کرتے پھریں۔

بدعت کا لغوی مفہوم

"بدعت" عربی زبان کا لفظ ہے جو "بَدَعَ" سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے "نئی چیز ایجاد کرنا، نیا بنانا یا جس چیز کا پہلے وجود نہ ہو اسے معرض وجود میں لانا۔" (المنجد، ۲۹)

جس طرح یہ کائنات نیست اور عدم تھی اور اس کو اللہ رب العزت نے مثالِ سابق کے بغیر خلعتِ وجود عطا کی تو لغوی اعتبار سے یہ بھی "بدعت" کہلائی اور اس بدعت کا خالق خود اللہ رب العزت ہے جو اپنی شانِ تخلیق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وہ (اللہ) آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ بنا دیا) اور جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو یہی فرماتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔"

(البقرہ۔۲۔۱۱۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

"وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔"

(الانعام۔۶۔۱۰۱)

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ وہ ہستی جو کسی ایسی چیز کو وجود عطا کرے جو پہلے موجود نہ ہو "بدیع" کہلاتی ہے۔ بدعت کے اس لغوی مفہوم کی وضاحت قرآن حکیم کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے، جس میں حضور علیہ السلام سے اعلان کرایا جا رہا ہے۔

"آپ فرما دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔"

(الاحقاف، ۴۶۔۹)

مندرجہ بالا قرآنی شہادتوں کی بنا پر متحقق ہو گیا کہ کائنات ارضی وسماوی کی تخلیق کا ہر نیا مرحلہ اللہ رب العزت کی زبان مبارک سے بدعت کہلاتا ہے جیسا کہ "فتح المبین شرح اربعین نووی" میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کے لغوی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن میں شان خداوندی کے متعلق فرمایا گیا) "آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا"، یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے (پہلی مرتبہ) پیدا فرمانے والا۔"

(بیان المولد والقیام۔۲۰)



سعودی نجدی حکومت نے اپنی شقاوت اور بے حسی، اسلام دشمنی کا ثبوت ان برگزیدہ ہستیوں کی آرام گاہوں کو ملیا میٹ کر کے دیا ان کے اس اسلام دشمن عمل سے دنیا بھر کے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے دلوں پر قیامت ڈھا دی زیر نظر تصویر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور پہلو میں صاحبزادوں کے مزارات کی ہے کہ جہاں اب صرف نشان باقی ہیں مزارات شہید کر دیئے گئے ہیں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت کا حقیقی مفہوم بیان کیا جا رہا ہے جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ "احادیث بدعت" کا حقیقی اطلاق کن کن بدعات پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ رَد ہے۔" (صحیح البخاری)

بدعت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح شریعت میں بدعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فقہا اور آئمہ حدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن میں ہو نہ سنت رسول میں اور اس کو ضروریات دین میں شمار کرتے ہوئے شامل دین کر لیا جائے۔"

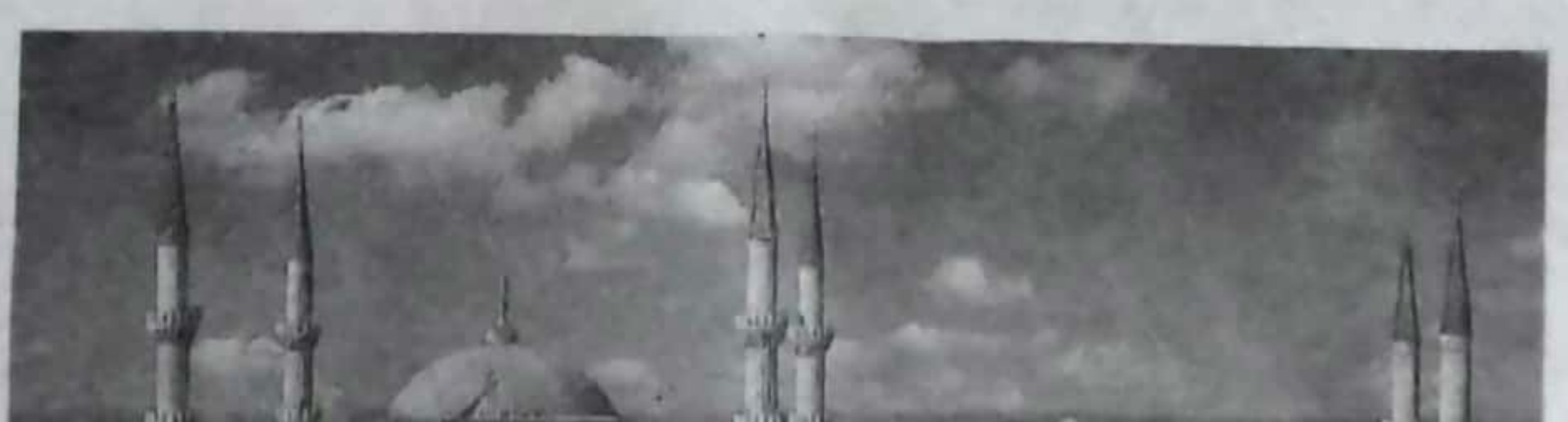
(ضروریاتِ دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)

ایسی بدعت کو "بدعت سیئہ" اور "بدعت ضلالہ" کہتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے ارشاد "کل بدعة ضلالة" سے بھی یہی بدعت مراد ہے نہ کہ ہر نئے کام کو "ضلالة" کہا جائے گا۔

کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟

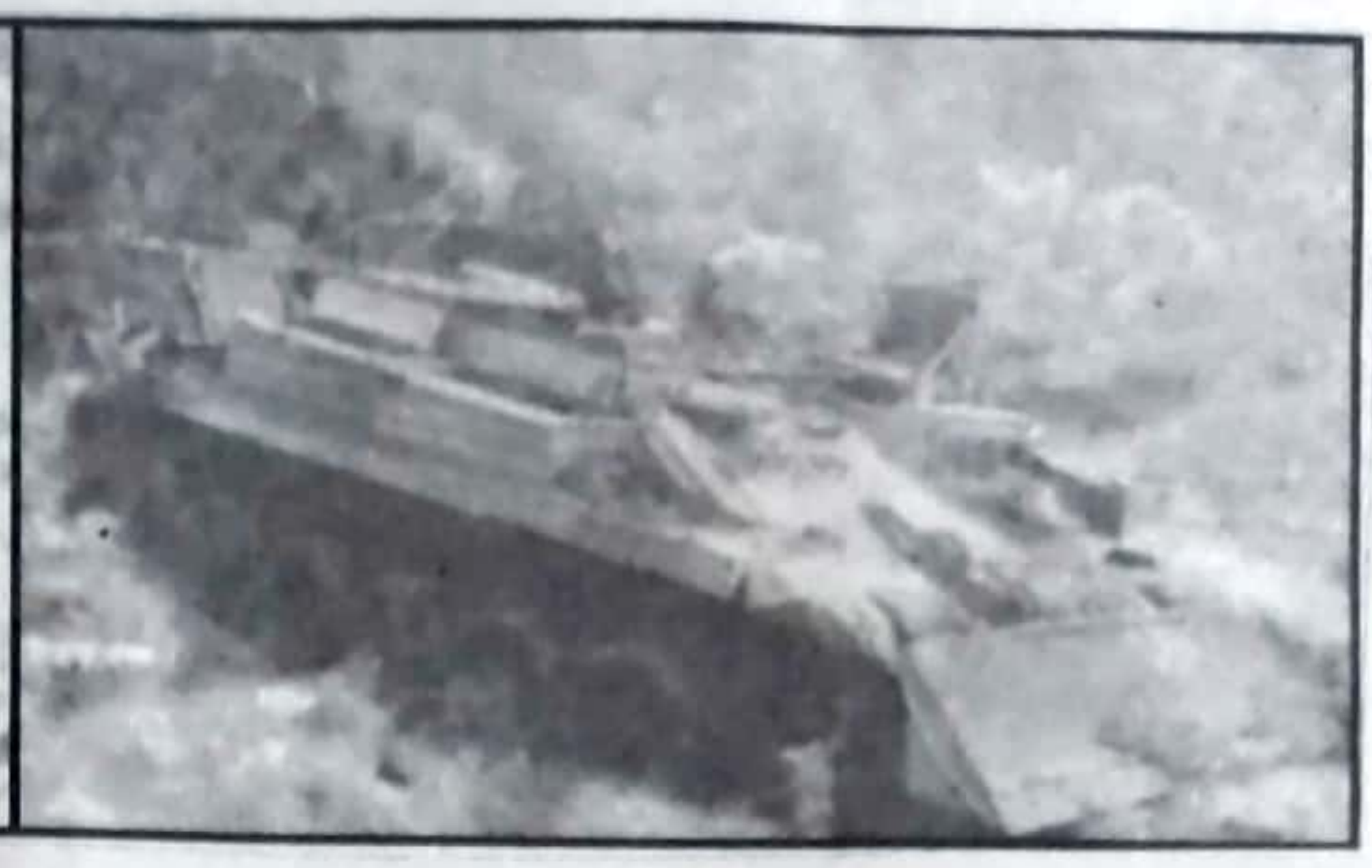
ایسے نئے امور اپنی اصل کے لحاظ سے تو بدعت ہی شمار کیے جاتے ہیں جن کی اصل قرآن وسنت میں نہ ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر نیا کام از روئے شرع اس لیے ناجائز اور حرام ہو گا کہ وہ نیا ہے؟

اگر شرعی اُصولوں کا معیار یہ قرار پا جائے تو دین اسلام اور شریعت مطہرہ کی تعلیمات میں سے کم وبیش ستر سے اسی فیصد حصہ ناجائز ٹھہرتا ہے کیوں کہ اجتہاد کی ساری صورتیں اور قیاس، استحسان، استنباط اور استدلال وغیرہ کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم وفنون مثلاً اصول تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، ان کی تدوین و تدریس، ان کو سمجھنے کے لیے صرف ونحو، معانی، منطق وفلسفہ اور دیگر معاشرتی ومعاشی علوم جو تفہیم دین کے لیے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی حیثیت رکھتے ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا حرام قرار پائے گا کیوں کہ ان کی اصل قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ان کی تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔ انہیں تو بعد میں ضروریات کے پیش نظر علماء ومجتہدین اسلام نے وضع فرمایا۔ یہ سارے کے سارے علوم وفنون اپنی ہیئت کے اعتبار سے نئے ہیں اور لغتاً یہ بھی بدعت کے زمرے میں آتے ہیں۔



لہٰذا جب ہر نیا کام بدعت ٹھہرا اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی قرار پائی تو اس معنی کے اعتبار سے پھر درس نظامی کی تعلیم وتدریس بھی گمراہی قرار پائے گی کیوں کہ موجودہ ضابطے کے تحت تدریس نہ تو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی یا تابعی نے تعلیم حاصل کی تھی بلکہ قرآن حکیم کا موجودہ صورت میں





جمع کیا جانا اور اس پر اعراب اور نقاط لگوانا بھی گمراہی کہلائے گا۔ مسجدیں پختہ کرنا، ان میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، مختلف زبانوں میں خطبات اور مساجد کی تزئین و زیبائش کے جملہ انتظامات بھی ناجائز اور حرام ٹھہریں گے۔

الغرض اس مفہوم کے تحت دین اسلام کے بے شمار حقائق اور اس کی متعدد تعلیمات بدعت کے زمرے میں آ کر دین سے خارج قرار پاتی ہیں۔

غلط فہمی کے نتائج

بدعت کا مندرجہ بالا تصور (اس کے مفہوم سے ہر نئی چیز کو گمراہی پر معمول کرنا) صرف ایک غلط فہمی اور مغالطہ ہے بلکہ علمی و فکری اعتبار سے باعثِ ندامت اور قابل افسوس نقطۂ نظر ہے اگر بدعت کے اس مفہوم کو گمراہی کا معیار قرار دے دیا جائے تو عصر حاضر اور اس کے بعد ہونے والی تمام علمی و سائنسی ترقی سے آنکھیں بند کر کے ملتِ اسلامی دوسری تمام غیر دینی، باطل اور طاغوتی اقوام و ملل کے مقابلے میں عاجز محتاج اور عصری تقاضوں سے نابلد و نا آشنا ہو کر رہ جائے گی۔ وعدہ خداوندی کے تحت دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت، مذہبی اقدار اور نظام حیات میں بالاتری کے حصول کے تمام کوششیں غیر موثر ٹھہریں گی لہٰذا ضروری ہے کہ اس مغالطے کو ذہنوں سے دور کیا جائے اور بدعت کے اصل تصور کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔

بدعت کا حقیقی تصور

ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں بدعت کا حقیقی مفہوم بیان کیا جا رہا ہے جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ ''احادیث بدعت'' کا حقیقی اطلاق کن کن بدعات پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ رد ہے۔'' (صحیح البخاری)

اس حدیث میں لفظ ''اَحدَثَ'' اور ''مَالیس مِنہ'' قابل غور ہیں۔ عرف عام میں ''احدث'' کا معنی ''دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا'' ہے اور لفظ ''مالیس منہ'' احدث کے مفہوم کو واضح کر رہا ہے کہ ''احدث'' سے مراد وہ نئی چیز ہو گی جو اس دین میں نہ ہو۔ حدیث کے اس مفہوم سے ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ۔

اگر احدث سے مراد ''دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا'' ہے تو جب ایک چیز نئی پیدا ہو رہی ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ ''مالیس منہ'' کیونکہ اگر وہ اس میں ہی تھی (یعنی اس دین کا حصہ تھی) تو اس کو نئی کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور جس کو نئی چیز کہہ دیا تو لفظ ''احدث'' ذکر کر دینے کے بعد اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ ''مالیس منہ'' کا اضافہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس میں سے ہو تو نئی (محدثہ) نہ رہی اور اگر وہ نئی ہے تو مالیس منہ کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیونکہ نئی چیز تو کہتے ہی اسے ہیں جو پہلے دین میں موجود نہ ہو اور جو پہلے سے دین میں موجود ہو تو پھر لفظ احدث چہ معنی دارد؟

مغالطے کا ازالہ اور ''فهورد'' کا درست مفہوم

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔''

اس حدیث میں ''لیس علیہ امرنا'' سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی بھی کام (چاہے وہ نیک اور احسن ہی کیوں نہ ہو) مثلاً ایصال ثواب، میلاد اور دیگر سماجی، روحانی اور اخلاقی امور اگر ان پر قرآن و حدیث سے کوئی نص موجود نہ ہو تو یہ بدعت اور مردود ہے۔ یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ اگر یہ معنی لے لیا جائے کہ جس کام کے کرنے پر حکم (قرآن و سنت سے دلیل) نہ ہو وہ حرام ہے تو پھر شریعت کے جملہ مباحات کا کیا ہو گا کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں جس کے کرنے کا شریعت میں حکم نہ ہو۔

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت (من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد) ''فهورد'' کا اطلاق نہ صرف ''مالیس منہ'' پر ہوتا ہے اور نہ ہی فقط ''احدث'' پر بلکہ اس کا صحیح اطلاق اس صورت میں ہو گا جہاں یہ دونوں چیزیں (احداث اور مالیس منہ) جمع ہو جائیں یعنی مردود فقط وہی عمل ہو گا جو نیا بھی ہو اور جس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل بھی دین میں نہ ہو اور کسی جہت سے بھی اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ پس اس وضاحت کی روشنی میں کسی بھی ''محدثہ'' کے بدعت و ضلالت قرار پانے کے لیے دو شرائط کا ہونا لازمی ہے۔

(۱) دین میں اس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو۔

(۲) یہ ''محدثہ'' نہ صرف دین کے مخالف اور متضاد ہو بلکہ دین کی نفی کرے اور حکام سنت کو توڑے۔

''محدثات الامور'' کا حقیقی اطلاق

مذکورہ دونوں روایتوں میں ''بدعت'' اور ''محدثات الامور'' پر علمی و قیاسی گفتگو تھی اور ان کا محض تصور بیان کیا گیا تھا۔ اب ہم ان کی عملاً اطلاقی صورت بیان کرتے ہیں کہ وہ کیا ہیں اور ان (بدعات اور محدثات) کا اطلاق کن چیزوں پر ہو گا۔

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔

''ایک روز حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری جانب متوجہ ہو کر دل میں اتر جانے والی نصیحتیں فرمائیں جن سے آنکھیں بہنے لگیں اور دل کانپ اُٹھے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! یہ تو رخصتی نصیحت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں کوئی وصیت فرمایئے۔ فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور حاکم وقت کے فرماں بردار رہنے کی خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہا تو وہ بڑا اختلاف دیکھے گا تو تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفا کی سنت جو رشد و ہدایت والے ہیں، اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لیں اور دین میں جو نئے کام جاری کیے جائیں ان سے بچتے رہنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن ابی داؤد)

مذکورہ حدیث پاک کی وضاحت سے قبل جان لیجیے کہ بدعت کے دراصل دو اطلاقات ہیں۔ ایک شرعی اور دوسرا اصطلاحی۔ شرعی اطلاق میں حضور علیہ السلام نے بدعت کو ''محدثات الامور'' کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ اس میں ''کل بدعۃ ضلالۃ'' درست ہے لیکن اصطلاحی اطلاق میں فقہاء مصطلحین اور محدثین کے نزدیک بدعت کی تقسیم (حسنہ اور سیئہ) لازم ہے۔ (بدعت کی تقسیم کے حوالے سے احادیث آگے متعلقہ مقام پر ذکر کی جائیں گی)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث پاک میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ''جو میرے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہا وہ بہت جلد اختلاف کثیر دیکھ لے گا۔'' اس ''اختلاف کثیر'' کو تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ''محدثات الامور'' فرمایا اور یہی محدثات الامور بدعت ہیں۔ اس ترتیب اور وضاحت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جو امور خلافتِ راشدہ میں ایجاد ہوئے وہ بھی بدعت ہیں لہٰذا یہ موقف مبنی بر صداقت نہیں ہے کہ خلافت راشدہ میں ایجاد ہونے والے امور بدعت نہیں ہیں۔ اس کی تائید اسی حدیث کے اگلے الفاظ سے ہو رہی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے خلافت راشدہ میں بپا ہونے والے اختلاف کثیر سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا'' کہ اے لوگو! میرے بعد عنقریب بپا ہونے والے محدثات (یعنی اختلاف کثیر) کے فتنہ

سے بچتے رہنا کیونکہ ہر محدثہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے۔ پس محدثات الامور وہ فتنے تھے جو حضور ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلافت راشدہ کے زمانہ قریب میں اختلاف کثیر بن کر ظاہر ہوئے اور ان فتنوں سے بچنے کے طریق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ''کہ اگر ان فتنوں سے بچنا چاہتے ہو تو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر چلتے رہنا۔

مذکورہ روایت میں حضور علیہ السلام نے محدثات الامور کے نہ صرف حقیقی اطلاق بلکہ زمانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما دیا کہ اے لوگو! تم میں سے جو چند دن جئے گا وہ اختلاف کثیر کی شکل میں ظاہر ہونے والی بدعتوں کو دیکھ لے گا اور اس وقت وہ سوچے گا کہ اب کس کی بات مانے اور کس طرف جائے تو سن لو جو اس وقت میری اور میرے خلفائے راشدین کی راہ پر چلے گا وہ حق پر ہوگا اور جو اس راستے سے ہٹ کر چیزیں ایجاد کی جائیں گی وہ محدثات الامور ہوں گے اور ایسے امور بدعت ہوں گے اور ایسی بدعت ضلالت ہوگی۔ حضور سرور دو عالم ﷺ کے وصال کے فوری بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں جو بڑے بڑے احداث رونما ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ

حضور علیہ السلام کے وصال کے فوری بعد پانچ جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوئے۔ ان کا یہ دعوٰی مالیس منہ اور احدث فی الدین تھا۔

فتنۂ ارتداد

دوسرا احداث فی الدین فتنہ ارتداد تھا کہ کثرت سے لوگ ایمان کی عدم پختگی اور نو مسلم ہونے کی وجہ سے مرتد ہونے لگے اور یہ ارتداد بدعت وگمراہی تھی۔

فتنہ منکرین زکوٰۃ

تیسرا احداث فی الدین منکرین زکوٰۃ کا تھا کہ وصال مبارک کے بعد کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور یہ اتنی بڑی بدعت تھی کہ سیدنا ابوبکر صدیق نے ان کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا۔

فتنہ خوارج

چوتھا احداث فی الدین فتنہ خوارج تھا کہ کچھ فتنہ پروروں نے مسلم حکومت کے خلاف خروج کیا اور یہ بدعت اتنی خطرناک تھی کہ ان کے خلاف خلیفہ وقت نے قتال کیا۔

محدثات الامور کس سطح کے امور کو کہا جائے گا؟

حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''محدثات الامور'' اور ''بدعت وضلالت'' سے مراد چھوٹے اور ہلکی نوعیت کے اختلافات نہیں بلکہ اس سے مراد اس سطح کے فتنے ہیں کہ ان میں سے ہر فتنہ ''خروج عن الاسلام'' اور ''ارتداد'' کا باعث بنے۔ آپ ﷺ کی سنت اور امر دین کو کاٹنے اور اختلاف کثیر بن کر امت میں ظاہر ہو مثلاً اگر کوئی شخص تحریف قرآن، جہاد کی منسوخی، سود کا جواز، ارکان اسلام میں کمی یا زیادتی وغیرہ کا عقیدہ گھڑ لے تو اس کو بدعت کہیں گے مگر چھوٹے چھوٹے فروعی اور نزاعی مسائل مثلاً میلاد، عرس، ایصال ثواب وغیرہ کو بدعات وگمراہی اور محدثات الامور نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان سے نہ تو خروج عن الاسلام لازم آتا ہے اور نہ ہی ارتداد۔ پس محدثات الامور ان فتنوں کو کہا جائے گا جن کی وجہ سے امت میں اختلاف کثیر پیدا ہوئے امت آپس میں بٹ گئی حتیٰ کہ الگ الگ لشکر بنے، جنگیں ہوئیں اور ہزاروں افراد اس فتنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

ہمارے اس موقف کی تائید میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے۔ جس طرح ہم نے تم کو ابتدا پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے ہم اس کو ضرور کرنے والے ہیں۔ سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، سنو! بے شک میری اُمت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو بائیں جانب سے پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا آپ (ازخود) نہیں جانتے۔ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ میں عبد صالح (حضرت عیسٰی علیہ السلام) کی طرح کہوں گا جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے تو تو غالب اور حکیم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر مجھ سے کہا جائے گا جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے۔'' (صحیح مسلم)

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن و حدیث سے متصادم ہی ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو نہ تو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور نہ ہی روح شریعت کے منافی ہیں اسی لیے اسے بدعت مباحہ کہتے ہیں اور جو بدعت شریعت کے خلاف ہو اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہوگا تو حضور ﷺ عرض کریں گے۔ ''یارب اصحابی'' اے اللہ! یہ تو میرے صحابی ہیں تو آپ ﷺ کو جواب ملے گا۔ ''اے حبیب ﷺ آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انہوں نے کیا کیا احداث کیا تھا (یعنی بدعتیں ایجاد کی تھیں)''

اہم نکتہ

اس حدیث میں دراصل بعد میں آنے والی امت کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یارب اصحابی کے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ یہاں پر ان مرتدین کا بیان ہو رہا ہے جو حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ میں اسلام قبول کر کے داخل صحابیت ہو گئے تھے اور بعد میں مرتدین، منکرین زکوٰۃ، جھوٹے مدعیان نبوت اور خوارج ہو گئے۔

حدیث پاک کے اگلے حصہ میں ہمارے اس موقف پر کہ احداث سے مراد ارتداد ہے۔ واضح اور صراحتاً دلیل آ رہی ہے کہ ''جونہی آپ ﷺ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھر گئے۔'' پس احداث کے مرتکبین کو حدیث نے صراحتاً مرتدین کہا ہے۔ لہٰذا یہ چاروں طبقات (مدعیان نبوت، منکرین زکوٰۃ، ارتداد کے مرتکبین، خوارج) صحیحین کی روایات کے مطابق محدثات کے مرتکبین تھے اور حدیث نے ''احداث'' کے معنی کو ''ارتداد'' کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ پس اب یہاں احداث کا معنی ارتداد ہوگا۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دین میں ایسا فتنہ پیدا کرنا جو باعث ارتداد ہو وہ بدعت وضلالت ہے لہٰذا بدعت سے مراد فقط فتنہ ارتداد اور اس کی مختلف شکلیں ہیں جو حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئیں یا بعد میں پیدا ہوں گے۔

مباح بدعت کی قبولیت اور قرآن

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن وحدیث سے متصادم ہی ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو نہ تو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور نہ ہی روح شریعت کے منافی ہیں اسی لیے اسے بدعت مباحہ کہتے ہیں اور جو بدعت شریعت کے خلاف ہو اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں اگر اس بنیادی امتیاز کو نظر انداز کر کے ہر نئے کام کو بغیر اس کی ماہیت، افادیت، مقصدیت اور مشروعیت کے تجزیے کے بدعت قرار دے کر مذموم تصور کر لیا جائے تو عہد خلاف راشدہ سے لے کر آج تک لاکھوں شرعی اجتہادی اور اجتماعی فیصلے، احکام، مذہبی رسوم اور معاملات (معاذ اللہ) ضلالت وگمراہی قرار پا سکیں گے اور ہمیشہ کے لیے دینی معاملات میں اجتہاد و استحسان اور مصالح واستصلاح کا دروازہ بند ہو جائے گا جس سے لامحالہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کا قابل عمل ہونا بھی ناممکن ہوگا۔ پس اگر کوئی عمل نہ کتاب میں مذکور ہو نہ اس امت کے رسول نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہو اور بعد ازاں امت کے صلحا وعلما ازخود کسی نئے عمل یعنی بدعت مباحہ کو وضع کر کے اپنا لیں لیکن اس کا محرک رضائے الٰہی کا حصول ہو تو انما الاعمال بالنیات کے تحت یہ بدعت بھی عنداللہ مقبول اور باعث اجر وثواب قرار پا جاتی ہے اسی کو بدعت حسنہ یا امر مستحسن کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''پھر ہم نے ان کے پیچھے اس راہ پر اپنے اور رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسٰی ابن مریم کو بھیجا۔ انہیں انجیل عطا فرمائی اور ہم نے ان کے صحیح پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود وضع کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی (ہاں) مگر انہوں نے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے وضع کی (اس لیے ہم نے اسے بھی قبول کر لیا) لیکن وہ اس کے جملہ تقاضوں اور آداب کا لحاظ قائم نہ رکھ سکے پس ان میں سے جو لوگ ایمان دار تھے ہم نے انہیں ان کا اجر عطا کیا مگر ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔''

اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔ (بقرہ، ۱۲۹)

دُعائے خلیل

تقریباً چار ہزار برس پہلے...... جب نارنمرود ٹھنڈی ہو چکی جب تعمیر کعبہ مکمل ہو چکی...... تو اللہ کے اس برگزیدہ رسول نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور پھر وادی مکہ کی نورانی فضاؤں میں یہ آواز گونج رہی تھی۔

''اے ہمارے پروردگار انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تیری کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں خوب پاک صاف کردے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔''

یہ دعا آسمان کی بلندیوں سے گزر کر عرش تک پہنچی اور دربارِ الٰہی میں قبول ہوئی کہ ایک برگزیدہ رسول کی دعا تھی...... پھر اس نبی منتظر کی آمد کے ذکر واذکار ہونے لگے۔ ہندوستان کے ویدوں میں، اپنشدوں میں اور پرانوں میں صاف وہ نام نامی ''محمد'' (ﷺ) اور ''احمد'' نظر آرہا ہے...... زبور میں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفوں میں اور توریت میں آپ کی آمد کا ذکر ہے اور ''محمد'' (ﷺ) اور ''احمد'' کی گونج سنائی دے رہی ہے، گوتم بدھ کے ملفوظات میں ''رحمۃ للعالمین'' کی آمد آمد کا ذکر ہے اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ بشارت سناتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھتے چلے گئے۔

''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب کی توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور جن کا نام ''احمد'' ہے۔''

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آپ کی آمد آمد کا اتنا چرچا کیا گیا کہ سارا عالم آپ کا منتظر ہو گیا...... قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ آپ کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں...... آپ کا ذکر اتنا ہوا، اتنا ہوا کہ آنے سے پہلے آپ کی شخصیت جانی پہچانی ہو گئی...... یہ امتیاز نوع انسانی میں صرف اور صرف حضور انور ﷺ کو حاصل ہوا...... اہل کتاب کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

''جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

ہاں، دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل کر رہ گیا۔ ایک بہار آگئی...... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے...... ایسی روشنی آگئی...... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے...... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اس کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا اور ارشاد ہوا۔

''بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ انہیں میں ان میں ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ، اللہ یہ کلمات تو وہی ہیں وادی مکہ میں جن کی گونج سنی گئی تھی...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ آرزو پوری ہوئی اور وہ تمنا برآئی...... جبل فاران سے کبھی غروب نہ ہونے والا ایک آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا...... ہاں وہ آنے والا آیا اور سارے عالم کے لیے آیا...... اور اعلان کردیا گیا۔

''اے لوگو! میں تم سب کی طرف سے اس اللہ کا رسول ہوں



...میں رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کی جگہ مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

کہ جس کی بادشاہی آسمانوں میں بھی ہے اور زمینوں میں بھی۔''

بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا میں پانچ مذاہب نمایاں تھے...... مجوسی، یہ ایران خراسان، افغانستان، ترکستان اور پاک و ہند میں پائے جاتے تھے...... عیسائی، یہ عرب کے کچھ علاقوں، ایشیائے کوچک، یورپ و افریقہ میں پائے جاتے تھے...... یہودی، یہ بھی عرب کے کچھ علاقوں میں موجود تھے...... بدھ، یہ پاک و ہند، جزائر شرقی، جاپان، چین، منگولیا، منچوریا، تبت وغیرہ میں تھے...... سوفسطائی، جن کو عقلیت پرست کہا جائے، یہ دنیا کے ہر خطے میں موجود تھے...... اور عرب کا حال یہ تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ کچھ لوگ دین ابراہیمی کے پیرو تھے باقی بت پرست اور دہریہ تھے...... سب اپنی اپنی جگہ موجود تھے، سب ہدایت و حکمت کے دعویدار تھے لیکن ہدایت و حکمت ناپید تھی اور ماحول تیرہ و تار تھا...... جبل فاران میں، جبل حرا میں، جبل نور میں اس پیکر نورانی ﷺ نے زندگی کی نہ معلوم کتنی راتیں یہاں گزاریں...... لیکن آج ان راتوں کے شباب کا دن ہے...... روح القدس جلوہ گر ہیں اور

> دعائے خلیل قبول ہوئی اور وہ آنے والا اس شان سے آیا کہ عالم کا رنگ ہی بدل کر رہ گیا۔ ایک بہار آگئی...... مرجھائے ہوئے مسکرانے لگے...... ایسی روشنی آگئی...... بھٹکنے والے راہ پر لگ گئے...... یہ نوع انسانی پر اللہ کا خاص احسان تھا، اس کو جتایا گیا، اس کو دکھایا گیا اور ارشاد ہوا۔

سامنے محبوب کبریا ﷺ ہیں۔

اقراء...... پڑھیے۔

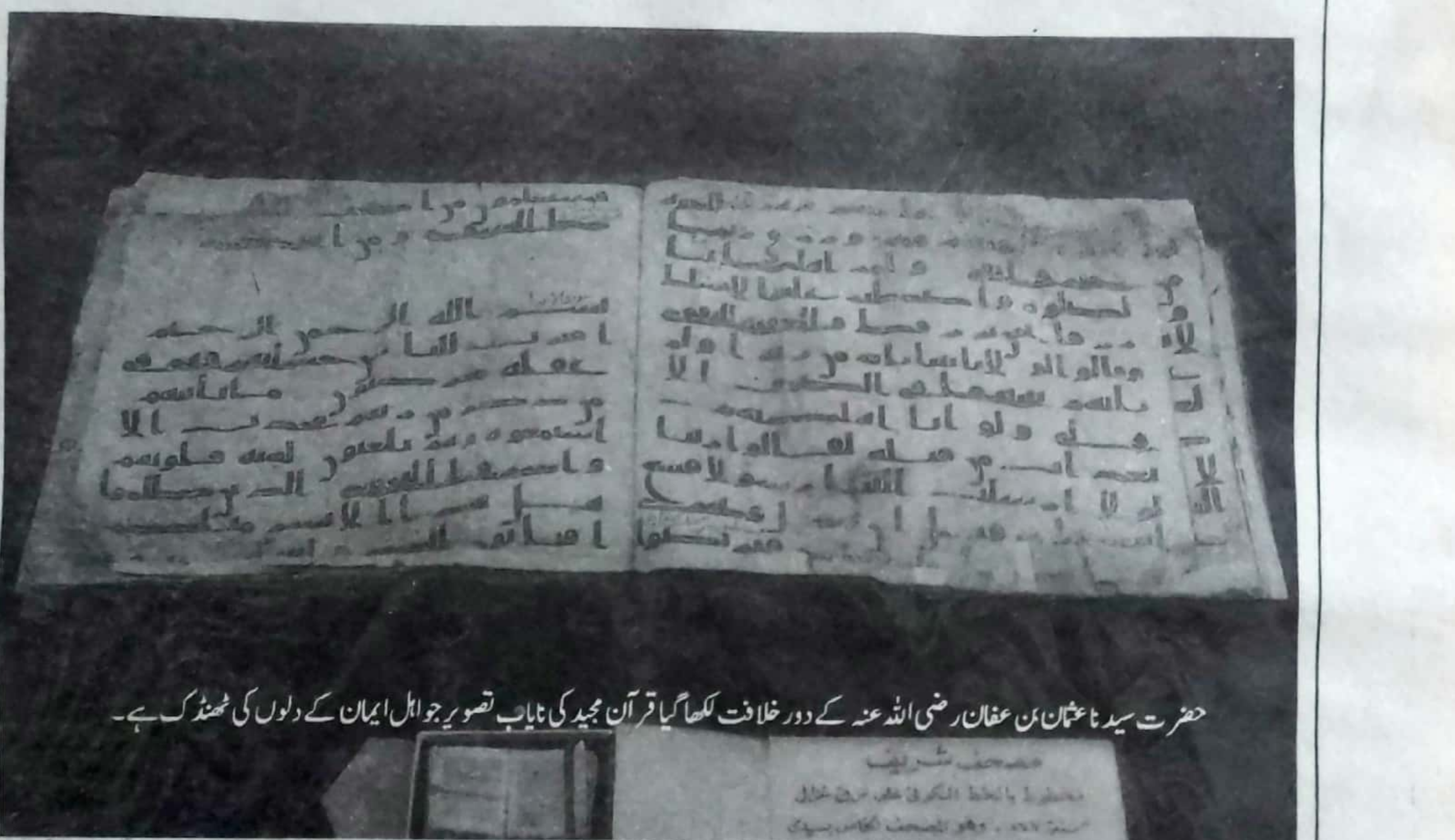
آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

میں پڑھا ہوا نہیں۔

پھر جب روح القدس نے آخری بار بغل گیر کر کے عرض کیا۔

''اپنے رب کے نام سے پڑھو، وہ جس نے آدمی کو خون بستہ سے پیدا کیا...... پڑھو کہ تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے...... جس نے قلم سے لکھنا سکھایا...... آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

رب العالمین کا نام آنا تھا کہ آپ پڑھتے چلے گئے...... پڑھتے چلے گئے اور سارے عالم کو یہ درس دے گئے کہ علم و دانش کی بات کرو تو اس کو نہ بھلا دینا جس نے تم کو بنایا اور سنوارا...... جس نے اس کو بھلا دیا، اس نے حکمت و دانائی کو خاک میں ملا دیا......



حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت لکھا گیا قرآن مجید کی نایاب تصویر جو اہل ایمان کے دلوں کی ٹھنڈک ہے۔

جس رات آپ نے یہ ادب سکھایا وہ ۶۱۰ء کی کوئی رات تھی...... وحی آنے لگی...... مینہ برسنے لگا...... سیلاب اُمنڈنے لگا...... ۴۰ سال کی عمر شریف میں وحی کا آغاز ہوا...... اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا...... اور ۲۳ سال کے اندر اندر جس کتاب، حکمت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی تھی دنیا کے سامنے پیش کر دی گئی...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا...... وہ آنے والا کتاب حکمت پڑھ کر سنائے...... کتاب/حکمت کی تعلیم دے اور کتاب حکمت کے چھپے بھید بتائے، حکمت و دانش نورانی سے ان کے دلوں کو جگمگا دیا...... دلوں کو جلا دیا...... آج وہ کتاب حکمت اتر رہی ہے...... آرزوئیں اور تمنائیں ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں۔

قرآنِ حکیم نازل ہوتا جاتا اور حضور ﷺ صحابہ کرام کو لکھواتے جاتے...... کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے اور ایسے صحابہ کی تعداد ۱۳ کے لگ بھگ ہے جنہوں نے پورا قرآن حکیم لکھ کر محفوظ کیا...... ان میں یہ صحابہ بھی ہیں...... ابی بن کعب، ابوزید، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر بن عاص، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

حضور انور ﷺ کتابت کراتے اور تلاوت بھی فرماتے...... اللہ اللہ وہ کیا فضا ہوگی...... وہ کیا سماں ہوگا جب زبان رسول اللہ ﷺ سے کلام اللہ ادا ہو رہا ہوگا...... آنکھوں سے آنسو اُبل رہے تھے...... سینوں سے دل نکل رہے تھے...... جبینوں میں سجدے مچل رہے تھے...... قرآن حکیم نے ان بے قراروں کا یہ نظارہ دکھایا ہے۔

''اور جب وہ سنتے جو رسول ﷺ کی طرف اترا تو دیکھو کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق پہچانتے ہیں کہتے اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔''

ایک اور جگہ فرمایا۔

''جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑے ہیں۔''

یہ قرآن جلوتوں میں بھی پڑھا جاتا ہے اور خلوتوں میں بھی...... خلوتوں کی طرف قرآنِ حکیم نے یوں اشارہ فرمایا ہے۔

''اور یاد کرو جو تمہارے گھر میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت بے شک اللہ ہر باریکی جانتا ہے، خبردار ہے۔''

گھروں میں ازواج مطہرات بھی پڑھتیں اور حضور انور ﷺ بھی تلاوت فرماتے تھے...... آپ کا معمول تھا نماز عشاء کے بعد باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں فرماتے...... اللہ اکبر! چراغ کی روشنی میں چٹائیوں پر بین الاقوامی مسائل طے ہوتے تھے اور امور مملکت حل کیے جاتے تھے۔ ایک رات دیر سے گھر تشریف لائے تو فرمایا آج ایک ''حزب'' میں سے کچھ باقی رہ گیا تھا مناسب خیال کیا کہ اس کو پڑھ کر پھر باہر آؤں...... قرآن کو آپ نے سات ''احزاب'' یعنی حصوں میں تقسیم فرمایا تھا اور اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم روزانہ ایک ''حزب'' ضرور تلاوت فرماتے تھے۔

حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم لکھوایا بلکہ آپ نے اس کے آداب بھی بیان فرمائے...... آپ نے یہ ارشاد باری سنایا......

''قرآن آہستہ آہستہ، ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

آپ نے فرمایا۔

قرآن کو دیکھ کر پڑھا کرو کہ اس کا اجر بغیر دیکھے پڑھنے سے ایک ہزار درجہ زیادہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔

اپنی آوازوں کو قرآن سے مزین کرو۔

آپ نے فرمایا۔

اچھی آواز سے پڑھنے والا وہ ہے جب پڑھے تو معلوم ہو کہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔

پابندی سے تلاوت کیا کرو کہ یہ تلاوت زمین میں تمہارے لیے نور ہے اور آخرت میں سرمایہ ذخیرہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ وہ آنے والا کتاب پڑھ کر بھی سنائے اور کتاب پڑھنا بھی سکھائے...... حضور

انورﷺ نے قرآن کو پڑھ کر بھی سنایا اور قرآن پڑھانا بھی سکھایا کہ بھیجنے والے کا یہی ارشاد تھا۔

''اے رسولﷺ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے اس کو پہنچا دو۔''

حضور انورﷺ نے تعلیم قرآن کا آغاز فرمایا...... آپﷺ کے پاس قرآن مکتوب موجود تھا جس کا ذکر قرآن حکیم نے اس طرح کیا ہے۔

''اور کہنے لگے (یہ تو) اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رکھی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔''

حضور انورﷺ نے قرآن حکیم خود پڑھایا پھر جن صحابہ کو قرآن پڑھایا ان سے فرمایا کہ اب تم دوسروں کو قرآن پڑھاؤ...... جو قبائل مدینہ منورہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے ان کے ساتھ معلمین قرآن کر دیے جاتے...... حضور انورﷺ نے ہر قریہ، ہر شہر، ہر

قرآن کی ایک ایک آیت میں دانش و حکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں...... نیک و بند کی اس دنیا میں، خیر و شر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک۔ کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہے جو برق رفتاری کے ساتھ منزل تک

کی اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔''

ذرا غور تو فرمائیں کہ قرآن کی تعلیم نے صدر اوّل کے مسلمانوں کو ایسا جہاں باں و جہاں آرا بنایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی...... آج اتنے سارے علوم پڑھ کر بھی ہم وہ مقام حاصل نہ کر سکے اور وہ خوبی پیدا نہ کر سکے...... قرآن کو بھلا کر ہم نے کچھ نہ پایا سب کچھ کھو دیا...... کاش ہم سب کچھ بھلا دیتے مگر قرآن کو یاد رکھتے...... کبھی رُسوا نہ ہوتے، ہمیشہ سرفراز رہتے...... یہ محض خیال نہیں، تاریخی حقیقت ہے۔

حضور انورﷺ نے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر قرآن کے وقار کو اتنا بلند کیا کہ پھر کبھی اتنا بلند نہ ہوا...... آج ہمارا یہ حال ہے قاری قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے ہزاروں لاکھوں قاری اور حافظ قرآن معاشی مشکلات کا شکار ہیں اور معاشرے میں ان کا کوئی مقام نہیں، بعض مقام پر ان کو وہ تنخواہیں دی جاتی ہیں جو



قبیلے میں ایک معلم قرآن صحابی مقرر فرمایا جن کا دن رات یہی کام ہوتا کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے...... جن بستیوں میں اسلام پہنچا وہاں مسجدیں بنائی جاتی جہاں قرآن پڑھا جاتا اور پڑھایا جاتا...... حضور انورﷺ اس دنیا میں کیا تشریف لائے گویا دبستان کھل گیا...... عہد نبویﷺ میں جہاں جہاں معلمین قرآن کی ضرورت ہوتی وہاں معلمین قرآن بھیج دیے جاتے...... چار ہجری میں بنی عامر کے لیے ۷۰ معلمین قرآن بھیجے گئے حضور انورﷺ نے مناصب اور عہدوں پر تقرری اور ترقی کا دارومدار قرآن کو قرار دیا جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا اس کو اسی اعتبار سے بڑا عہدہ دیا جاتا...... آپﷺ نے فرمایا۔

''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس نے قرآن کی تعلیم حاصل

پہنچا دے کہ عمر بے مایہ تو پائیدار ہی نہیں...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں...... بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے......

چپڑاسیوں اور کلرکوں کو ملتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ بھی نہیں...... مسلم معاشرے میں قرآن کو پڑھانے والوں کا یہ حال سخت غم ناک و الم ناک ہے...... حضور انورﷺ نے فرمایا۔

''جس کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔''

آج کتنے ویران گھر ہمارے اسکولوں میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ملتے ہیں......

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کر گھر یاد آیا

حضور انورﷺ نے فرمایا۔

''وہ گھر خیر سے بالکل خالی ہے جس میں اللہ کی کتاب کا کوئی

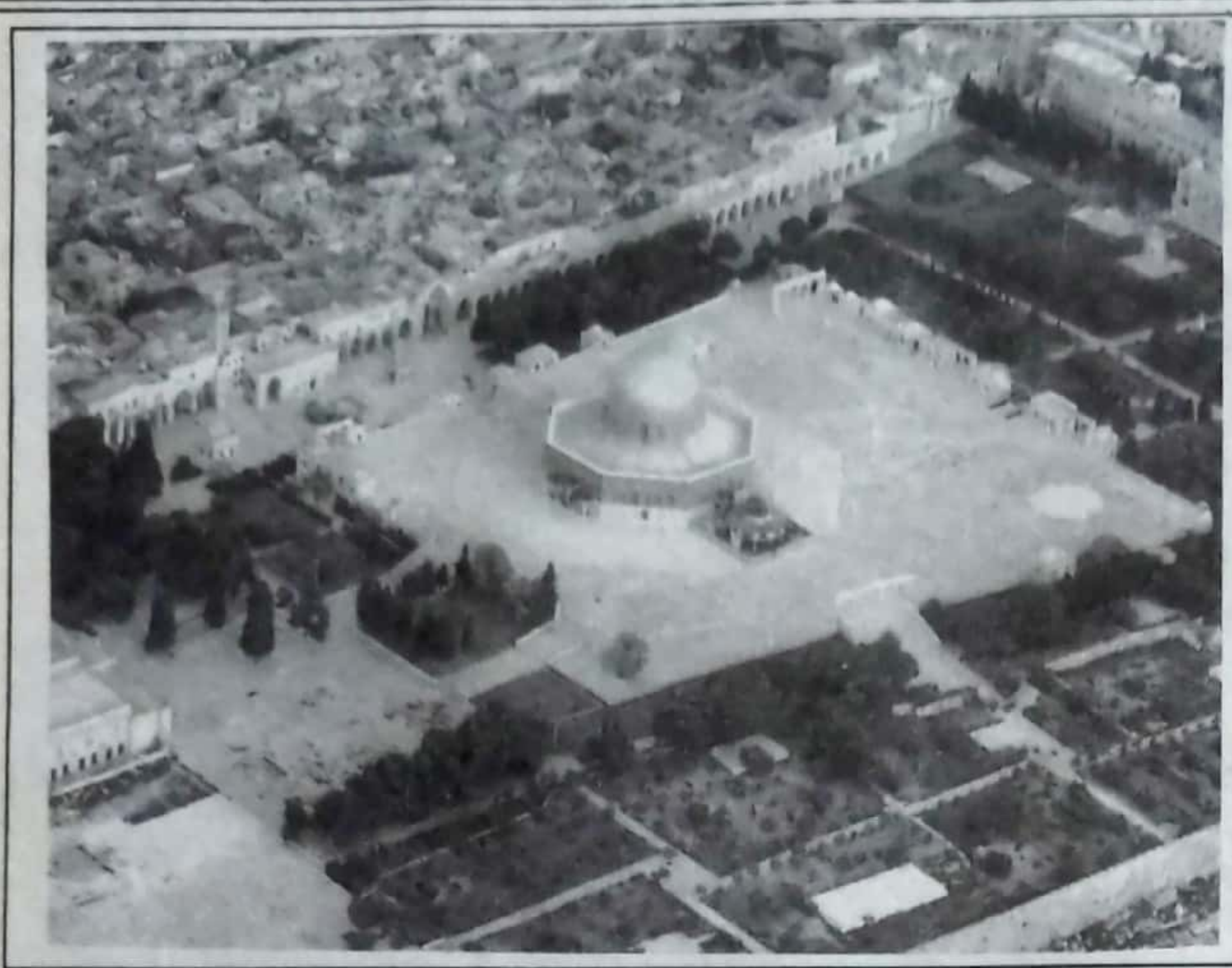
حصّہ نہ ہواس گھر کی مثال ایسے ویرانے کی سی ہے جس کا کوئی آباد کرنے والا نہ ہو۔"

آج کتنے محل، کتنی کوٹھیاں، کتنے بنگلے، کتنے گھر، کتنی جھونپڑیاں آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہیں...... اللہ اللہ ہماری آبادیاں بھی ویران ہیں۔

حضور انور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ عرب قبائل میں قرآن کی تعلیم کو عام کیا بلکہ آپ نے شاہان عالم اور قبائلی سرداروں اور امرا سلطنت کے نام خطوط لکھ کر "قرآن" کا پیغام پہنچایا مثلاً۔

ایتھوپیا کے بادشاہ نام نامہ مبارک ارسال فرمایا۔ سلطنت روم کے بادشاہ، وہ سلطنت جو نہ صرف یورپ بلکہ شمال مشرق میں ترکستان، روس، جنوب میں شام اسکندریہ، مغرب میں بحیرہ روم میں اندلس تک پھیلی ہوئی تھی اس عظیم سلطنت کے بادشاہ، ہرقال کے نام آپ نے نامہ مبارک ارسال فرمایا اور قرآن کا پیغام پہنچایا۔ ملک فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام نامہ مبارک ارسال فرمایا...... فارس وایران کی حکومتیں ایشیا کی عظیم الشان طاقت سمجھی جاتی تھیں اور عرب کے اکثر علاقے اس کے زیرنگیں تھے...... حضور انور ﷺ نے شاہ ہرمزان کے نام، شاہ یمامہ کے نام شاہان حمیر کے نام، حاکم بحرین کے نام، سرداراں بنی کلب اور حضرت موت کے نام...... نامہ ہائے مبارک ارسال فرمائے اور قرآن کے پیغام کو سارے عالم میں پھیلایا...... اور دور ونزدیک سب کو حکمت کی تعلیم دی۔

قرآن حکیم اسرارو معارف اور حکمت و دانش کا خزینہ ہے...... اس کے آنے سے علم و دانش میں بہار آ گئی...... ظلم وجہل کی تاریکیاں چھٹ گئیں...... ہر جدید صحت مند انقلاب کے پیچھے قرآنی تعلیمات جھلکتی نظر آتی ہیں اور علمی انقلاب کا آغاز تو نزول وحی کے آغاز سے ہو چکا تھا...... دن بدن نئے نئے علوم وفنون نکلے چلے آرہے ہیں؟...... یہ کہاں سے آرہے ہیں؟...... پہلے کیوں نہیں آئے، اب کیوں آرہے ہیں؟...... دنیا تو ہزاروں برس سے



قائم ہے...... یہ کس نے پردہ اٹھایا...... یہ کس نے جلوہ دکھایا...... سنئے سنئے قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

"ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔"

اور فرمایا۔

"اور ہم نے تم پر قرآن اتارا، ہر چیز کا روشن بیان، مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت اور بشارت۔"

اور فرمایا۔

"اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے...... نظر نظر کی بات ہے...... کسی کو الفاظ وحروف نظر آتے ہیں، کسی کو معانی اور کسی کو اسرار و معارف کا ایک دریا اُمنڈتا نظر آتا ہے...... قاضی ابوبکر بن عربی لکھتے ہیں۔

قرآن کریم میں ۷۷ ہزار ۴ سو ۵۰ علوم ہیں۔

ابتدائی صدیوں میں قرآن کا اتنا چرچا تھا کہ ایک ایک طالب علم علوم قرآنیہ پر سو سو کتابیں پڑھتا اور سماعت کرتا...... بلاشبہ قرآن کریم میں ایسے ایسے نکات اور اسرار و معارف ہیں جس سے دور جدید کے ماہرین بغیر کوشش ومحنت اور تجربوں کی کلفتوں کے بہت سے حقائق معلوم کر سکتے ہیں اور کیے ہیں...... حضور علیہ السلام نے اس قرآن کی تعلیم دی جس کے اندر نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سمو کر اکھدے گئے ہیں...... اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آیات اوست

حضور علیہ السلام نے اسی قرآن میں وہ کچھ دکھایا جو دوسروں کو نظر نہ آیا آپ ﷺ نے دیکھا بھی اور دکھایا بھی...... خود باخبر تھے ہمیں باخبر رکھا اور ایک ایسی کتاب حکمت دی جس کے راز ہائے پنہاں روز بروز کھلتے چلے جاتے ہیں...... ریاضیات والے ریاضیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... فلکیات والے فلکیات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں...... طبیعات والے طبیعات کے عجائبات دیکھ رہے ہیں قرآن کیا ہے مجموعہ عجائبات ہے۔ جو اس طرح آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا بلکہ یہاں تو عالم یہ ہے......

مجبور یک نظر آ، مختار صد نظر جا

قرآن کی ایک ایک آیت میں دانش وحکمت کے سینکڑوں جہاں پنہاں ہیں...... نیک وبند کی اس دنیا میں، خیر وشر کے اس عالم میں ہم قطعی طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ کون سی بات اور کونسا عمل مفید ہے اور کونسا عمل مہلک۔ کونسا عمل ہم کو پستی کی طرف لے جانے والا ہے اور کونسا عمل ہلاک کرنے والا ہے...... ہم کو ایسے ذریعے کی جستجو ہے جو برق رفتاری کے ساتھ منزل تک پہنچا دے کہ عمر بے مایہ تو پائدار ہی نہیں...... ایک شرر ہے، ایک چنگاری ہے...... تجربوں کے لیے کہاں سے عمریں لائیں؟ روز زندگیاں گنوائیں...... بلاشبہ یہ وحی ہے جو زندگی کی آواز بن کر اس مشکل مرحلے پر ہم کو سہارا دیتی ہے اور ہماری دست گیری فرماتی ہے...... بھٹکنے والوں کو راہ پر لگاتی ہے...... یہ ایک روشنی ہے جو تجربوں کے



جنت البقیع کی موجودہ صورت۔

ذریعے منزل تک پہنچنے والوں کو بغیر محنت وکلفت کے منزل تک پہنچا دیتی ہے..... اور مختصر زندگی میں وہ کچھ بتادیتی ہے جو صدیوں میں بھی ہم نہ پاسکیں..... قرآن کہتا ہے۔

''وہی ہے جو اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔''

حضورﷺ روشنیاں لے کر آئے..... نہیں نہیں خود روشنی بن کر آئے ایک ایسی تیز روشنی جو مستقبل کے دھندلکوں میں بھی اسی طرح دکھاتی ہے جیسے بالکل سامنے ہو..... کیوں نہ ہو؟

''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔''

اپنے حبیب کریم ﷺ کے دل میں اسرار و معارف کے جو خزانے چھپائے تم کو کیا بتائیں؟..... احادیث کے مطالعہ سے مستقبل کا ایک نیا جہاں سامنے آتا ہے آپ نے وہ وہ باتیں بتا دیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں..... سنئے سنئے آپ ﷺ کیا فرمارہے ہیں۔

زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائے گا تو سال مہینہ کی طرح ہوجائے گا اور مہینہ ایک ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کے برابر اور ایک دن ایک ساعت کی طرح اور ایک ساعت آگ کی چنگاری کی طرح۔

تجارت عام ہوجائے گی اور کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا تو کہے گا پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کرلوں۔

میری اُمت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، ان کے سروں پر گانے بج رہے ہوں گے۔

موت اچانک آجایا کرے گی، فالج اور حرکت قلب بند ہوجانا عام ہوجائے گا۔

فتنے ظاہر ہوں گے اور لوگ عمارتوں میں پھیل جائیں گے۔

دین بگڑ جائے گا، سجاوٹ ظاہر ہوگی اور عمارتوں کو معزز بنایا جائے گا، خون بہے گا۔

امین خیانت کرے گا اور خائن کو امین بنایا جائے گا۔

باتیں رہ جائیں گی، عمل ختم ہوجائے گا، زبانیں بدل جائیں گی اور دلوں میں بغض بھر جائے گا اور لوگ آپس میں مخلصانہ تعلقات ختم کردیں گے۔

حضور علیہ السلام نے ہمیں باخبر رکھا اور حکمت و دانائی کی وہ تعلیم دی جو قرآن حکیم میں سیلاب کی طرح اُمنڈ رہی ہے..... قرآن حکیم کے مطالعہ سے زندگی کے جو حقائق اور اسرار و معارف معلوم ہوتے ہیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خیر اور نیکی کے آگے شر اور بدی کی طاقت غالب نہیں آسکتی خواہ بظاہر وہ کتنی ہی قوی معلوم ہوتی ہو..... مثلاً جالوت کے مقابلے میں طالوت کی فتح، فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصرت وکامیابی، قریش کے مقابلے میں حضور علیہ السلام کی فتح ونصرت وغیرہ وغیرہ۔

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اشیائے عالم میں خالق عالم کا حکم جاری وساری ہے..... ہر شے کی تاثیر اس کے حکم سے وابستہ ہے جب وہ حکم دیتا ہے تو تاثیر بدل جاتی ہے..... مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصا، نمرود کی آگ۔

تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ قادر قدیر چاہتا ہے تو عام اصول فطرت کے خلاف واقعات ظہور میں آتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے درخت کا سبز ہوکر پھل دینا، حضرت مریم علیہا السلام ہی کے لیے بے موسم کے پھل اُترنا۔ حضرت عزیز علیہ السلام کا ایک سو برس کے بعد زندہ ہونا، ہزاروں بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بن جانا۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر اللہ چاہے تو بغیر واسطے کے براہ راست عطا فرماتا ہے مثلاً بنی اسرائیل کے لیے من وسلوہ، حضرت یونس علیہ السلام کے لیے نئی زندگی، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے بے موسم کے پھل، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے آب زمزم۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے جن برگزیدہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اپنا بنالیتا ہے وہ عام انسانوں سے بہت بلند ہوجاتے ہیں اور ان کو وہ اختیار واقتدار ملتا ہے، جس کا عام انسان تصور بھی نہیں کرسکتا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پالنے میں بولنا، حضور انورﷺ کا چاند کو شق کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندوں میں جان ڈالنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی باتیں سننا اور ایک دن میں مشرق ومغرب کا سفر کرنا، چرند، پرند، حیوانات اور ہواؤں پر حکومت کرنا۔

چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے جو چیز مس ہوجاتی ہے وہ متبرک ومقدس اور فیض رساں ہوجاتی ہے مثلاً پیرہن یوسف علیہ السلام، خاک پائے جبرئیل، تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی باقیات صالحات عمامہ، پیرہن، نعلین وغیرہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نشان قدم ''مقام ابراہیم'' وغیرہ وغیرہ۔

ساتویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ برگزیدگان حق دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی مشکل کشا ہوتے ہیں..... مثلاً تعمیر بیت المقدس اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

آٹھویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر مصائب پر صبر کیا جائے تو انجام کار سرفرازی نصیب ہوتی ہے مثلاً حضورﷺ اور حضرت ایوب، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات وحوادث۔

نویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفران نعمت کرنے والی قومیں غضب الٰہی کا شکار ہوتی ہیں..... مثلاً قوم لوط، قوم صالح، قوم عاد وثمود، قوم نوح وغیرہ۔

جس قرآن میں یہ حقائق ومعارف ہیں اسی میں وہ مکمل دستور حیات ہے، جس سے حضورﷺ کے طفیل معاشرے کی تشکیل نو ہوئی اور نوع انسانی کی انفرادی زندگی، خاندانی وشہری زندگی اور سیاسی وملکی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آیا۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کے لیے حضورﷺ نے اسلام کے وہ حکیمانہ ارکان پیش کیے جس نے قوموں کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور ایسا زندہ کیا کہ انہوں نے دوسری مردہ قوموں کو زندہ کیا..... آپ نے اسلام کے ارکان خمسہ کلمہ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دی۔ کلمہ توحید نے انسانی فکر میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا سارے باطل خداؤں کی نفی نے انسانی فکر وعمل کی تعمیر وتشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا، جس ماحول میں انسان کو باطل خدا نظر آتے تھے اور ہر وقت وہ اپنے ماحول سے ڈرتا سہمتا رہتا تھا۔ کلمہ توحید پڑھ کر سارا غبار چھٹ گیا اور انسان نڈر بن گیا اس کے حوصلے بڑھ گئے اس کی ہمتیں بلند ہوگئیں اور فکر ونظر میں ایک ایسی ذات جلوہ گر نظر آنے لگی جس نے موت کو بھی دلربا بنادیا اور انسان زمین سے آسمان تک بلند ہوگیا، سارے جہاں کا مغلوب غالب ہوگیا۔ بے شک.....

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

کلمہ توحید نے اگر انسانی فکر میں انقلاب برپا کیا تو نماز نے عملی طور پر اس کی منتشر قوتوں کو یکجا کیا، باطل خداؤں کے آگے جھکنے والا اب صرف ایک اللہ کے آگے جھکنے لگا، اور ہزار سجدوں سے آزاد ہوگیا اور اس پر پہلی مرتبہ یہ راز منکشف ہوا کہ وہ خالق کائنات کا ایک عظیم شاہکار ہے، جس میں نہ معلوم کتنی قوتیں اور امکانات پوشیدہ ہیں جو اگر کام میں لائی جائیں تو انسان ایک مافوق الفطرت طاقت بن کر ابھر سکتا ہے۔

زکوٰۃ نے انسان کی معیشت میں انقلاب برپا کیا اور وہ انسان جو نان شبینہ کا محتاج تھا دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا تھا، اب غنی ہوگیا، دوسروں کو دینے لگا اور اتنا دیا، اتنا دیا کہ لینے والے بھی نہ رہے..... فقر ومسکینی کی جگہ استغنانے لے لی..... حضور انورﷺ نے اس کو ایسا خوددار اور باغیرت بنایا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''سوال ذلت ہے اگرچہ والدین ہی سے کیوں نہ ہو۔''

ایسی خودداری کا سبق دینے والے رسولﷺ نے ایک پست اور مسکین قوم کو اتنا بلند کیا کہ سارا عالم اس کا بھکاری بن گیا..... بے شک مرد مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے، وہ محمدﷺ کا غلام ہے جن کی شان یہ تھی۔

کونین کا غم، یاد خدا، درد شفاعت
دولت ہے یہی دولت سلطان مدینہ

حج نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اور ان کو اجتماعیت اور بین الاقوامیت کا گر بتایا..... گھروں میں بند ہونے والے اور شہروں میں محدود رہنے والے انسانوں کو دنیا کی سیر کرائی، سارے عالم کے انسانوں کو ایک مرکز پہ جمع کرکے اپنے پیاروں کے آثار دکھائے اور سب کے دل میں اپنی لگن لگائی تاکہ دل ودماغ قوی ہوں اور آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو اور کان حج کیا ہیں یادوں کے چراغ ہیں..... اپنی تاریخ کو یاد رکھنا زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے..... اقبال نے خوب کہا ہے۔

ضبط کن تاریخ را زندہ شو
از نفس ہائے رمیدہ پائندہ شو

جب انسان ارکان حج ادا کرتا ہے اس کو کیا کیا یاد آتا ہے..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادی مکہ میں پہلے پہل آنا، حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو تنہا چھوڑ کر جانا، حضرت ہاجرہ کا پانی کے لیے، ادھر اُدھر دوڑنا، حضرت اسماعیل کی ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا پھوٹ پڑنا، دربار الٰہی میں فرزند دلبند کی قربانی پیش

کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کا چل پڑنا، شیطان کا وسوسے ڈالنا اور آپ کا کنکریاں پھینکنا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قربانی کے لیے تیار ہونا اور باپ کا پیشانی کے بل بیٹے کو زمین پر لٹانا، کلام الٰہی کی گونج سے عالم کا تھرا اٹھنا اور قربانی کا دربار الٰہی میں قبول ہونا، تعمیر کعبہ کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا مستعد ہونا اور تعمیر کعبہ کے بعد اعلان حج کرنا، سارے عالم سے حاجیوں کا امنڈ پڑنا، پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا اور رسول اللہ ﷺ منتظر کی آمد آمد کی تمہید اٹھانا...... اللہ اللہ حج کیا ہوتا ہے صدیوں کی تاریخ نظروں میں سما جاتی اور ایک ایک رکن میں محبوبانِ خدا کے جلوے نظر آتے ہیں اور ان کے مقام اور منزلت کا اندازہ ہوتا ہے اور دل ایک عجیب کیف و سرور سے آشنا ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے عبادات کے بعد معاملات اور اخلاق کا درس دیا اور دانائی و حکمت کے ایسے ایسے اسرار بتائے کہ پستی کی طرف جانے والی قوم بلندی کی طرف جانے لگی۔

انفرادی زندگی میں تہذیب نفس کے لیے آپ نے وہ کچھ بتا دیا جس میں پیغمبرانہ حکمت کی شان نظر آتی ہے...... مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر، ضبط نفس کہ نفس کی بیقراری ساری برائیوں کی اصل ہے، گناہوں سے مغفرت، اللہ کی رحمت سے امیدداری، تواضع و انکسار، ملنا جلنا رشتہ داریوں کو قائم رکھنا، عیادت و تعزیت، مجالس و محافل، خط و کتابت، دعوت و ضیافت میزبانی و مہمان نوازی، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، بیٹھنے اٹھنے، آنے جانے، بقاء نسل، اور تربیت وغیرہ کے تمام جزئیات سمیٹ کر پوری زندگی کو اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔

خاندانی اور شہری زندگی کو بلند سے بلند تر بنانے کے لیے حضور انور ﷺ نے ان امور کا حکم دیا، والدین اور عزیزوں سے حسن سلوک، تہذیب و تمدن کو برباد کرنے والے جرائم کی روک تھام اور سزاؤں کا تعین، اخلاق حسنہ، بیع و شراء، نکاح و میراث، معاہدات کی پابندی، عدل و انصاف، وصیت و ولادت، امانت و خود داری، کسب حلال، جان و مال کا تحفظ، بحری و بری سفر کی ترغیب، اشاعت علم اور تحصیل علم کی ترغیب، کفایت شعاری و میانہ روی، لغویات سے پرہیز، وقت اور مال کے ضیاع اور اسراف و تبذیر سے پرہیز، شراب خوری اور قمار بازی کی ممانعت، بدگمانی، تفاخر، رطعنہ زنی کی ممانعت، غیبت و تہمت طرازی کی ممانعت، حقوق انسانی میں عدل و انصاف کا قیام، سوال کرنے کی ممانعت، وغیرہ وغیرہ۔

حضور ﷺ نے سیاسی، ملکی سطح پر جو تعلیمات ارشاد فرمائیں ان میں دانائی اور حکمت کے راز پنہاں ہیں آپ نے فرمایا بڑے بڑے شہر آباد نہ کرو کہ سارے فتنے بڑے شہروں سے پیدا ہوتے ہیں...... آپ نے مطلق العنان بادشاہوں اور سربراہانِ مملکت کو اللہ کے احکام کا پابند فرمایا ان کے اختیارات کو محدود کیا اور غیر ضروری اخراجات پر پابندی لگا کر قومی خزانے کا نگہبان و محافظ بنایا، دشمن کے مقابلے کے لیے ہمیشہ تیار رہنے اور آلات حرب کو آراستہ رکھنے کی ہدایت فرمائی...... دوران جنگ شہریوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں اور عابدوں کو قتل کرنے، عمارتوں اور عبادت گاہوں کو ڈھانے اور فصلوں کو تباہ کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی اور ایک شاندار دستور جنگ دیا جس پر اس ترقی یافتہ دور میں بھی عمل نظر نہیں آتا، جہاں جرم ضعیفی کی پاداش میں ہزاروں قتل کیے جاتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں...... حضور علیہ السلام نے ضعفاء کی حمایت فرمائی اور قوی سے ضعیف کا حق دلوایا...... معاشرے میں ابتری و بدنظمی جب ہی پیدا ہوتی ہے جب قوی اپنی قوت کے بل بوتے پر ضعیف کا حق چھیننے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی اس کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہوتا...... انسان خون بہانے کا عادی ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ اعلان فرما کر وقار زندگی بلند کر دیا، آپ نے فرمایا۔

''لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام کر دی گئیں...... خبردار ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔''

پھر آپ نے خاندان کا ایک خون معاف کر کے عفو و درگزر کی زندہ مثال قائم کی اور آن کی آن میں قبائل میں ہونے والی صدیوں کی خون ریزی کو بند کر دیا اور لوگوں کو اخوت و محبت کے بندھن میں باندھ دیا...... مسلمان تو مسلمان آپ ﷺ نے ایسے غیر مسلم کے قتل کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی جو مسلمانوں کی حفاظت میں ہو یا جس نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

''جس نے معاہد غیر مسلم کو قتل کیا وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔''

اور مظلوم کے قتل پر یہ وعید سنائی۔

''آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کے قتل پر متفق بھی ہو جائے تو بھی اللہ ان کو سزا دئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔''

آپ نے کو قتل و خون ریزی سے اتنا اجتناب کیا کہ فتح مکہ اس کی روشن مثال ہے...... جب فتح و کامرانی قدم چوم رہی تھی جب برسوں کے دشمن پر آپ غالب آچکے تھے جب جذبات شباب پر تھے اور ہر مسلمان انتقام کے لیے بے چین تھا کہ اچانک آواز آئی۔

جو شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کرو۔

جو شخص اپنے گھر میں یا دشمن کے گھر میں بند ہو جائے اسے قتل نہ کرو۔

جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کرو۔

جو زخمی ہو جائے اسے قتل نہ کرو۔

حضور علیہ السلام نے اپنے سارے دشمنوں کو امان دے کر ایک ایسی مثال قائم کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کی تعلیمات کا مقصد عظمیٰ اور حاصل، تزکیہ روح اور تزکیہ فکر و نظر تھا...... دل و دماغ کا زنگ صاف ہو جائے تو زندگی، زندگی بن جاتی ہے...... ساری کوششوں کا مآل یہی تزکیہ نفس ہے دعائے خلیل میں جس کی آرزو کی گئی اور ارشاد خداوندی میں جس کا ذکر کیا گیا...... تزکیہ سے انسان بنتا ہے انسان سے قوم بنتی ہے قوموں سے جہاں بنتے ہیں...... انسان، انسان نہیں تو کچھ بھی نہیں...... آبادیاں بھی ویران ہیں، بلکہ ویرانے سے زیادہ وحشت ناک، جہاں زندہ رہنا مشکل ہے، جہاں ...ت سجانا مشکل ہے۔

حضور علیہ السلام نے نہ صنعتیں قائم کیں نہ شہر آباد کیے، آپ ﷺ نے تو دل آباد کیے اور دل کیا آباد ہوئے سارا جہاں آباد ہو گیا۔

حضور انور ﷺ نے نوع انسانی کو مرکز توحید رسالت پر جمع کیا اور ایک مرکزی فکر عطا فرمایا...... اس میں امیر بھی تھے، غریب بھی تھے، کالے بھی تھے، گورے بھی تھے...... عجمی بھی تھے اور عربی بھی تھے...... کمیونسٹوں نے اسلام ہی سے مرکزیت کا یہ سبق سیکھا مگر انہوں نے غربت و مسکینی پر سارے عالم کو جمع کرنا چاہا لیکن یہ تو سارے عالم کو جمع کرنا نہ ہوا بلکہ سارے عالم کے ایک طبقے کو جمع کر کے دوسرے طبقے کے خلاف بھڑکانا ہوا...... حضور علیہ السلام نے جن امیروں کو غریبوں کا سہارا بنایا تھا، اب ان امیروں کو غریبوں کا حریف بنا کر ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ شروع کر دی گئی...... اسلام کسی کو کسی کے خلاف نہیں بھڑکاتا...... اس کا پیغام سارے عالم کے لیے ہے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین ہیں...... غریبی اور امیری ایک اضافی چیز ہے...... آج جو غریب ہے کل وہ امیر بن سکتا ہے اور آج جو امیر ہے کل وہ غریب ہو سکتا ہے...... تو کمیونسٹ نظام کی بنیاد جس نظریہ پر ہے وہ تو ہل رہی ہے وہ تو ڈھے رہی ہے...... مگر توحید کا پرستار جہاں ہے ایک حالت پر ہے، اس کی اساس فکر قائم و دائم اور حی و قیوم ہے...... یہ نہایت جاندار و پائدار ہے...... اسی لیے کمیونسٹوں کے پیغام میں وہ تاثیر نہیں جو محمد الرسول اللہ ﷺ کی دانش و حکمت میں ہے کیوں کہ پیچھے ایک ایسی تابناک شخصیت تھی جو سراپا عمل تھی آپ نے جو کچھ کہا پہلے کو کر کے دکھایا بلکہ اوروں سے زیادہ کر کے دکھایا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغام کی تاثیر کا عالم یہ تھا کہ سارے جہاں کے لوگ کھنچے کھنچے چلے آرہے تھے اور دنیا کی کایا پلٹ رہی تھی...... تھامس کارلائل محمد الرسول اللہ ﷺ کی مقدس شخصیت اور پیغام کی تاثیر کی یہ کیفیت دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھا۔

''آپ کا آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا، ملک عرب زندہ ہو گیا...... عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے، چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے، کسی کو ان کا خیال بھی نہ آتا تھا کوئی ان کے متعلق سوچتا بھی نہ تھا...... اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا اور ایک ایسی کتاب لایا جس پر وہ دل و جان سے ایمان لے آئے...... پھر کیا ہوا؟...... اس کا سارے عالم میں چرچا ہونے لگا...... جس کو کوئی نہ جانتا تھا اس کو سب جاننے لگے...... ایک اور صدی کے اندر اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ تھا اور دوسری طرف دہلی...... عرب کی بہادری عظمت اور عقل کی روشنی عرصہ دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی...... گویا ایک چنگاری ریگستان کے ظلمت کدے میں گر پڑی اور وہ بارود بن کر پھٹ گئی اور غرناطہ سے دہلی تک کی فضاؤں کو روشن کر گئی۔''

اور یہی سیرت محمدی ﷺ اور پیغام محمدی ﷺ کا اعجاز تھا کہ جب دور جدید کا ایک فاضل مائیکل ہارٹ دنیا کے سو انسانوں کو انتخاب کرنے لگا تو مجبور ہو گیا کہ حضور انور ﷺ کا نام نامی سرفہرست رکھے اور آپ کو سارے عالم کا سرتاج بنائے۔

حضرت مجدد الف ثانی

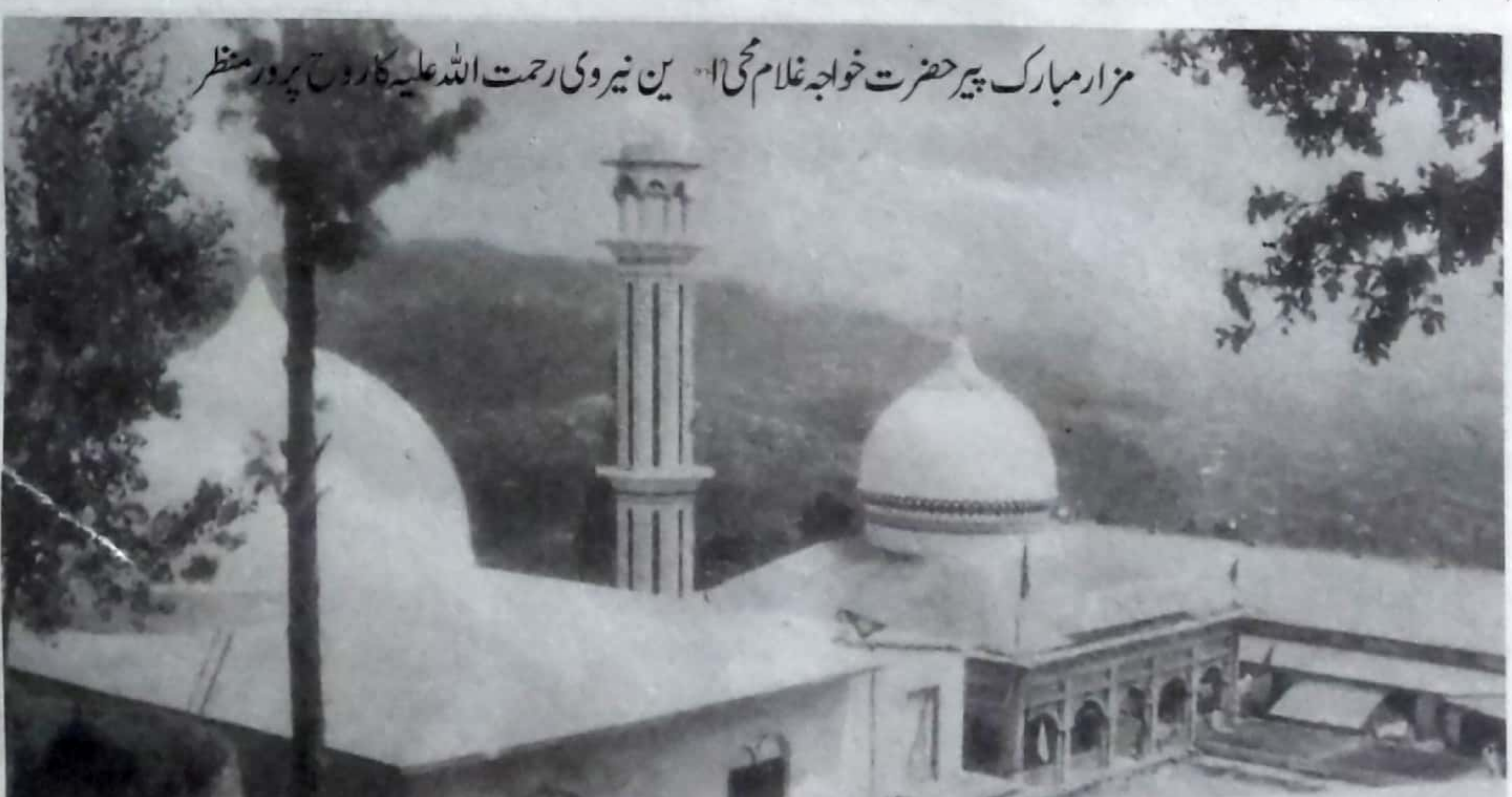
کا احیائے دین میں کردار

حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر اُمت میں اپنے انبیاء اور رسل کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتب ہدایت نازل فرمائیں جن کے ذریعے ہر دور اور ہر زمانہ میں ضلالت اور گمراہی میں گھری ہوئی انسانیت کو ہدایت ملتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو سیّد المرسلین، خاتم النبیین اور سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور وہ بے مثال کتاب ہدایت نازل فرمائی جسے قیامت تک آنے والی نوع انسانی کے لیے ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ بننا تھا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمۃ للعالمین، روف الرحیم اور خاتم النبیین جیسے القابات عطا فرما کر تمام انبیاء او ررسل پر فضیلت عطا فرمائی، اسی طرح آپ کی امت کو خیر الامم کا اعزاز عطا فرما کر جملہ امم سابقہ پر فضیلت کا مستحق بنا دیا اور اس امت کو وہ کارہائے نمایاں انجام دینے کی سعادت عطا فرمائی جن کی سعادت امم سابقہ کو نصیب نہ ہوئی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت، غیر مشروط اطاعت، اتباع، انتہائی درجہ کا ادب وتعظیم اور ان کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کا جذبہ صرف اور صرف امت محمدیہ ﷺ کا طرۂ امتیاز ہی ہے۔ امم سابقہ کی تاریخ ان محاسن سے خالی نظر آتی ہے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور علماء حق نے اپنے اپنے دور میں جس تندہی اور جانفشانی کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ علماء حق نے اپنی بے مثال خدمات سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ حقیقتاً ورثۃ الانبیاء ہیں۔ آج اسلام کا اپنی حقیقی صورت میں موجود ہونا انہی علماء حق کی خدمات کے مرہونِ منت ہے۔

باطل قوتوں نے اسلام کی بنیادی عقائد اور اس کے اثاثی ڈھانچے کو جب بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جماعت علماء میں سے کوئی نہ کوئی ایسا مرد مجاہد مرد آہن بن کر نمودار ہوا جو باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو گیا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ چنانچہ دین اسلام کے ہزار سالہ دور کے آخر اور الف ثانی کے شروع میں جب مغلیہ سلطنت عروج پر تھی، جلال الدین اکبر بادشاہ نے اپنی نفس پرستی اور مطلب برادری کے لیے ہر طرح



مزار مبارک پیر حضرت خواجہ غلام محی ا… ین نیروی رحمت اللہ علیہ کا روح پرور منظر

کے حیلے تراش کر غلط اجتہاد کے دروازے کھول لیے۔ لہٰذا جس قدر برائیاں اور بدعتیں ممکن تھیں وہ سب عہد اکبری میں خوف پھلیں پھولیں۔ اکبر کے انتقال کے بعد جہانگیر تخت پر بیٹھا تو وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل پڑا، ان حالات میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کو پیدا فرمایا۔ جنہوں نے اپنے ایمان افروز خطابات اور مکتوبات کے ذریعے ہندوستان کے مسلمانوں کو اکبری دین الٰہی کے باطل افکار کے یلغار سے محفوظ فرمایا اور بادشاہ وقت کے سامنے کلمہ حق بلند کیا جس کی پاداش میں جہانگیر نے آپ پر اذیتوں کا سلسلہ شروع کردیا، آپ کو پابند سلاسل کیا گیا۔ آپ کا مال و اسباب ضبط کرلیا گیا لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں کوئی جنبش نہیں آئی۔ آپ نے ان تمام مظالم اور اذیتوں کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ یہاں تک کہ ظلم و استبداد کو بھی آپ کے سامنے شکست تسلیم کرکے ہار ماننی پڑی۔ وہی جہانگیر جو آپ پر مظالم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کے حسن تبلیغ سے گناہوں سے تائب ہوکر آپ کا گرویدہ ہوگیا جس کے نتیجے میں اللہ نے جہانگیر کو شاہجہاں جیسا بیٹا اور عالمگیر جیسا پوتا عطا فرمایا جن کی دین اسلام کے لیے خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

> باطل قوتوں نے اسلام کی بنیادی عقائد اور اس کے اثاثی ڈھانچے کو جب بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ جماعت علماء میں سے کوئی نہ کوئی ایسا مرد مجاہد مرد آہن بن کر نمودار ہوا جو باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوگیا اور ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

امام ربانی نے تبلیغ دین کے لیے مکتوبات کا ذریعہ اختیار کیا تاکہ ہر علاقے کے ماحول اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر مکتوبات لکھے جائیں اور ان کے ذریعے لوگوں کے عقائد کی درستگی اور اعمال و اخلاق کی پختگی پیدا ہوسکے اور لوگ صحیح معنوں میں پکے اور سچے مسلمان بن سکیں آپ کے مکتوب الیہ میں بادشاہ وقت کے علاوہ بڑے بڑے گورنر، وزرا اور علماء کرام و مشائخ عظام شامل ہیں۔ امام ربانی نے ان بلند ہستیوں اور باا ثر شخصیتوں پر اس لیے زیادہ توجہ دی تاکہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں ترویج شریف اور احیائے سنت کا کام کرسکیں۔ آپ کو اپنی اس کاوش میں جلد ہی کامیابی نصیب ہوئی، بدعقیدگیوں اور بدعتوں کا جو سیلاب اُمڈ آیا تھا وہ تھم گیا اور بادشاہ کے محل سے لے کر فقراء کے آستانوں تک ہر طبقہ میں احیائے سنت اور ترویج دین کے کام کا آغاز ہوگیا۔

امام ربانی کو احیائے دین کے سلسلے میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں ان میں ان کے مکتوبات نے اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے یہاں آپ کے مکتوبات میں سے چند اقتباسات پیش کرنا یقیناً قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جن کے ذریعے آپ نے بادشاہ امرا اور علماء و مشائخ کے قلوب و اذہان کو نور ایمان سے منور فرمایا اور ان میں احیائے دین اور ترویج شریعت کے لیے جدوجہد کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ مکتوبات میں ایک بڑی تعداد ایسے مکتوبات کی ہے جس میں آپ نے شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے بارے میں اُمت کی صحیح رہنمائی فرمائی اور ایسے لوگوں کی سخت تردید فرمائی جو طریقت کو شریعت سے بالاتر سمجھتے ہیں، آپ نے جگہ جگہ اس بات پر زور دیا کہ اصل کام شریعت کی پیروی ہے اور طریقت و معرفت، شریعت کے خادم ہیں۔ چنانچہ آپ مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص پس طریقت اور حقیقت دونوں شریعت کے جزو اخلاص کو کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔ (مکتوبات دفتر اوّل، مکتوب ۴۰)

''فرائض میں سے کسی ایک فرض کو چھوڑ کر کسی نفلی عبادت میں مشغول ہونا لایعنی باتوں میں شامل ہے۔'' (دفتر اوّل مکتوب ۱۲۳)

وہ علماء اور فقراء جو اپنے ذاتی مفادات اور ظاہری شان و شوکت کے حصول کے لیے دنیا کی جستجو اور تلاش میں رہتے ہیں، آپ نے سختی کے ساتھ ان کی سرزنش کی۔ اسی سلسلے میں مولانا محمد صادق کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرے بھائی مولانا محمد صادق تعجب ہے کہ آپ نے خود کو مکمل طور پر عالم اسباب کے اُوپر چھوڑ دیا ہے۔ ہر چند مسبب الاسباب رب تعالیٰ نے چیزوں کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی نظروں کو اسباب معین پر ہی مرکوز رکھیں اس قسم کی کوتاہ نظری آخرت سے بے تعلقی کی بنا پر معلوم ہوتی ہے۔ آپ جیسے آدمی سے ایسی باتوں کا اظہار فعل قبیح ہے۔ کسی وقت اپنے حال پر بھی غور کرنا چاہیے اور اس بُرائی کو سمجھنا چاہیے فقیروں کے لباس میں رہ کر اللہ کی مغضوبہ دنیا کی تلاش و جستجو میں لگے رہنا بہت ہی بُری بات ہے۔

اسی حوالے سے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں شروع کے کاموں میں



جو سستی اور سہل اور سہل پسندی ونفاق پیدا ہو گیا ہے اور دین وملت کو رواج دینے میں جو خلل اور سستی ظاہر ہوتی ہے وہ سب بڑے علماء کی نحوست اور نیتوں کی خراب ہونے کے باعث ہے۔ ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ ومال اور تعصب کی محبت سے آزاد ہیں وہ علماء آخرت میں سے ہیں اور انبیاء عظام علیہم السلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علماء ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کے قلم کی سیاہی کو اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور اس سیاہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ (دفتر اوّل نمبر ۳۳)

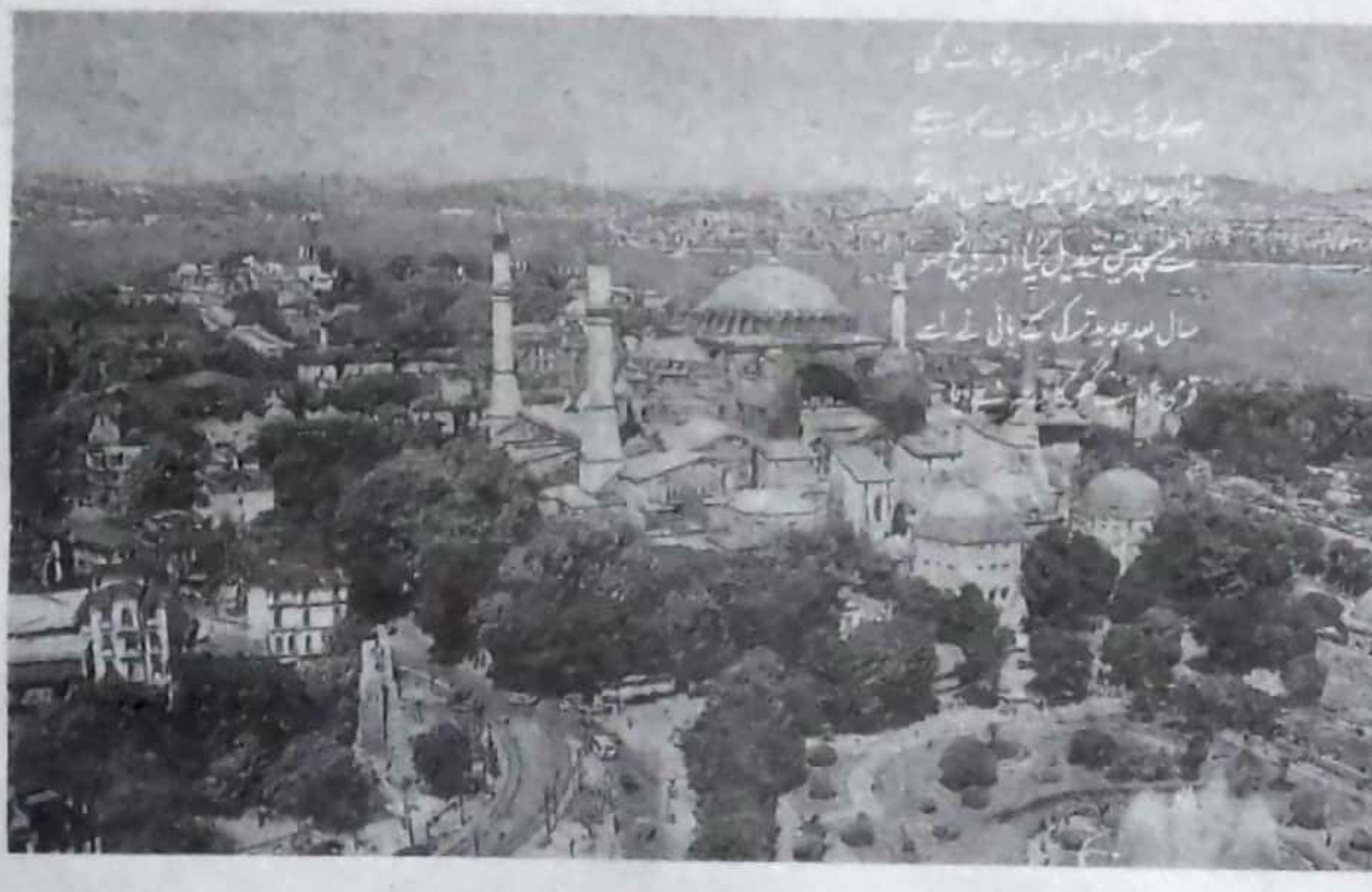
آپ نے خصوصاً شاہی خاندان کے افراد، اہل دربار اور قرابت داروں کو ترغیب دلائی کہ وہ باطل شعائر کو مٹانے اور اسلام کے خلاف شریعت امور سے محفوظ رکھنے کے لیے میدانِ عمل میں آئیں اور حقیقی اسلامی اقدار کی ترویج کے لیے جدوجہد کریں۔ اس سلسلے میں خانِ اعظم کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس بزرگ خاندان کے بزرگوں (حضرات نقشبندیہ) کے ساتھ آپ کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی حق پرستی کی عظمت اہل زمانہ کی نظروں میں ظاہر ہوگئی ہے تو آپ کوشش فرمائیں، کم از کم اتنا تو ہو کہ اہل کفر کے بڑے بڑے احکام جو اہل اسلام میں رائج ہوئے ہیں مٹ جائیں اور اہل اسلام ان خلاف شریعت امور سے محفوظ رہیں۔ اس سے پہلی سلطنت (اکبری دور) شریعت مصطفوی (ﷺ) کی دشمن معلوم ہوتی تھی اور موجودہ سلطنت (جہانگیر کے دور) میں ظاہری طور پر وہ عناد نہیں اگر ہے تو بے عملی کی وجہ سے۔ ڈر یہ ہے کہ ایسا نہ ہو یہاں بھی عناد ودشمنی تک نوبت آجائے اور مسلمانوں پر معاملہ اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے۔ (دفتر اول مکتوب ۶۵)

شاہی امراء میں سے شیخ فرید بخاری کے نام اپنے مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ''گزشتہ صدی میں جو بھی مصیبت اسلام اور اہل اسلام کے سر پر آئی وہ اسی جماعت (علماء سوء) کی بدبختی اور بے باکی کی وجہ سے تھی۔ یہی لوگ بادشاہ کو راہِ راست سے بھٹکاتے تھے۔ بہتر فرقے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان سب کے مقتدا اور پیشوا یہی بڑے علماء ہوئے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو علماء سوء کے بغیر گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر دوسروں تک پہنچا ہو۔ اس زمانے کے اکثر صوفی نما جاہل لوگ ... ... رکھتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص امداد کی طاقت کے باوجود کسی قسم کی مدد میں کمی کرتا ہے جس کے باعث اسلام کے کارخانے میں خلل واقع ہو جاتا ہے تو وہ شخص سزا کا مستحق ہے۔ اس لیے یہ کم سرمایہ حقیر فقیر بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلام کے مددگاروں کے گروہ میں داخل کرے اور اس بارے میں کوشش کرے۔ مَن کثّر سواد قوم فھو منھم. جس نے قوم کی جمعیت کو زیادہ کیا وہ انہیں میں سے ہے کے مطابق اُمید ہے کہ اس بے استطاعت کو بھی اس بزرگ جماعت میں داخل کر لیں۔ یہ فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے جس نے اپنا تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں نام شامل کر لیا تھا۔ آنجناب کی بزرگ ذات سے توقع ہے کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ذاتی طاقت وقوت اور بادشاہ کا قرب پورے طور پر عطا فرمایا ہے تو شریعت مصطفوی ﷺ کو رواج دینے کے لیے خلوت وجلوت اور ظاہر وباطن میں کوشش کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو ذلت وپستی سے نکالیں گے۔'' (دفتر اوّل مکتوب ۴۷)

حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے مریدین وخلفاء کو دولت مندوں کی صحبت سے پرہیز اور فقرا کی صحبت کی ترغیب فرماتے، اپنے ایک خلیفہ ملا محمد صدیق بدخشی کے نام اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں۔

''فقراء کے آستانوں کی خاکروبی دولت مندوں کے ہاں



صدر نشینی سے بہتر ہے آج یہ بات اگر آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی مگر اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مرغن غذائیں اور فاخرہ لباس کی تمنا آرزو نے تم کو اس مصیبت میں ڈال دیا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے اگر اصل کی طرف رجوع کر لیں جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رکاوٹ کا سبب بنے اسے دشمن جان کر اس سے فرار اختیار کریں اور پرہیز کریں۔

آپ نے بدعات کا بھی سختی سے تدارک کیا اور جب بھی کوئی ایسا امر سامنے آیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دوٹوک الفاظ میں اس کو رد کیا اور اُمت کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ اپنے ایک خلیفہ جمال الدین تلوی کے نام اپنے ایک مکتوب میں آپ رقمطراز ہیں۔

''ہاں بعض خلفاء متاخرین نے اس طریقہ عالیہ میں بعض اختراعات نکالی ہیں اور اکابرین کی اصل راہ چھوڑ دی ہے۔ ان کے مریدوں کی ایک جماعت اس کا اعتقاد رکھتی ہے کہ ان نئی اختراعات سے اس طریقہ کی تکمیل ہوگئی ہے۔ حاشا وکلا (خدا کی پناہ ایسا نہیں) کبرت کلمۃ تخرج من افواھم (کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے) بلکہ انہی نے اس سلسلے کو تخریب اور نسیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ بعض وہ بدعات جو دوسرے سلسلوں میں بھی ... موجود نہیں، اس طریقہ عالیہ میں جاری کر دی ہیں، مثلاً نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور قرب وجوار کے لوگ نماز تہجد کے لیے جمع ہوتے ہیں اور نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کرتے ہیں حالانکہ کراہت تحریمہ کے ساتھ یہ عمل مکروہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب میں سے مذکورہ چند اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ حقیقت بہ خوبی آشکار ہوتی ہے کہ آپ نے کس جرأت اور بے باکی کے ساتھ احیائے دین اور اعلائے کلمہ حق کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے اپنی دینی فراست وبصیرت اور منفرد طرز تبلیغ کے ذریعے سازشی عناصر اور باطل پرستوں کے اسلام کو نقصان پہنچانے کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ آپ کی انہی دینی خدمات کے صلہ میں ملت اسلامیہ نے متفقہ طور پر آپ کو مجدد الف ثانی کا لقب دیا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت مجدد نے جس دور میں اپنے مکتوبات کے ذریعے احیائے دین اور فروغ اسلام کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس وقت ذرائع ابلاغ نہایت محدود اور سست رفتار تھے، اس کے مقابلہ میں آج ذرائع ابلاغ میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ ذرائع ابلاغ یا انفارمیشن کی منتقلی نے ایک مکمل ٹیکنالوجی کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ ہم اپنے پیغام اور نقطۂ نظر کو انٹرنیٹ کے ذریعے سیکنڈوں میں اطراف عالم میں پہنچا سکتے ہیں۔ آج کوئی بھی اس انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دسترس سے باہر نہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے علماء ومشائخ اس جدید سہولت سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔

دوسری طرف سے انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کے خلاف باطل افکار کی ایک یلغار ہے جس نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی ہے اگر اس کا مقابلہ نہ کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب مسلمانوں کا کوئی گھران باطل افکار کا شکار ہوئے بغیر رہ سکے گا۔

اس وقت جب ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرات لاحق ہیں، اسلام کی اساس اور اس کے بنیادی عقائد پر حملے کیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ ایمان اور جذبۂ جہاد کو نکال کر انہیں صرف نام کا مسلمان بنانے کی کوششیں اپنے عروج پر ہیں یہ علماء وقت کی بڑی ذمے داری ہے کہ وہ ان حالات میں خاموش تماشائی نہ بنے رہیں بلکہ اپنے آپ کو اسلامی اقدار کی حفاظت اور مسلمانوں کو باطل افکار کی یلغار سے محفوظ رکھنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں اور ان وسائل کو اختیار کریں جو دور حاضر میں دین کی سلامتی اور اس کی بقاء کے لیے ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی ذمے داریوں کا احساس کرنے اور انہیں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے عملی اقدام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ایم اے: پی۔ ایچ۔ ڈی

عِلمِ غیب

وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو . (انعام،۵۹)

اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، اُنھیں وہی جانتا ہے

دعوت اسلام تحقیقاتی سیل کی ایک فکر انگیز کوشش جو آپ کے دلوں میں علم بھر دے



علم ایک عظیم قوت ہے، دورِ جدید میں علم کی اہمیت وقوت اور نمایاں ہو کر سامنے آ گئی ہے، قرآنِ کریم نے انسان کو لکھنے پڑھنے (سورۂ علق) اور تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا۔ (سورۂ طٰہٰ) اور انسان کو وہ رازہائے سربستہ بتائے کہ اس کا دماغ روشن ہو گیا...... قرآنِ کریم علم و دانش کا عظیم خزانہ ہے...... اس میں علم اور مشتقات علم کا ۸۰۰ سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور کتاب و کتابت کا ۲۰۰ سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے...... اس سے قرآنِ کریم کی نظر میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۴۷) آپ نے تحصیل علم کی تاکید شدید فرمائی اور علم کی فضیلت کو آشکارا فرمایا...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ''فضیلت تو صرف اہل علم کو ہے۔'' (ایضاً ص ۴۶) خود قرآنِ کریم میں حضرت طالوت علیہ السلام کو علم ہی کی وجہ سے بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا...... (سورۂ بقرہ، ۲۴۷) اور علم ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں پر فضیلت پائی...... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت اور قیادت و بادشاہت کے لیے علم کتنا اہم ہے۔

علم دو قسم کا ہے...... ایک وہ جو ہم مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں...... ہم اسی کو علم سمجھتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایک علم وہ ہے جو براہِ راست پڑھایا جاتا ہے...... اس کے لیے نہ کسی مدرسے کی ضرورت، نہ اسکول کی ضرورت، نہ کالج کی ضرورت، نہ یونیورسٹی کی ضرورت...... یہ ایک پوشیدہ علم ہے جس کو قرآن حکیم نے ''علم غیب'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ (سورۂ کہف، ۶۵) اور اس پر ایمان لانا مسلمان کی نشانی قرار دیا۔ (سورۂ بقرہ، ۳) یہ علم وہ ہے جس کو نہ انسانی عقل پا سکتی ہے اور نہ اُس کے ظاہری و باطنی حواس...... یہ علم سارے علوم پر غالب ہے اور تحصیل و کسب سے اس کا کوئی تعلق نہیں...... یہ محض اللہ کے فضل و کرم سے بارش کی طرح برستا ہے، چشمے کی طرح اُبلتا ہے۔

قرآن حکیم نے بہت سی آیات میں ''علم غیب'' کا ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ علم اللہ اور صرف اللہ ہی کے لیے ثابت ہے...... مثلاً یہ آیات ملاحظہ ہوں۔

اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔ (سورۂ انعام، ۵۹)

میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی چیزیں۔ (سورۂ بقرہ، ۳۳)

تم فرماؤ، غیب تو اللہ کے لیے ہے۔ (سورۂ یونس، ۲۰)

اور حضور انور ﷺ سے یہ فرمایا کہ آپ بھی اعلان فرما دیجیے۔

تم فرما دو، تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے


بنی سعد کی بستی میں حضرت حلیمہ کے گھر کے نیچے کنواں



ثمرقند میں مسجد حضرت خضر علیہ السلام مسجد کا خوبصورت منظر۔

ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔
(سورۂ انعام، ۵)

اور یہ خزانے ہم کسی کو نہیں دیتے...... یہی سب سے اہم نکتہ ہے جس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے...... اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

غیب کا جاننے والا وہی ہے، سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں، مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ (سورۂ جن ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، اُن کو منتخب فرما لیتے ہیں۔ (سورۂ آل عمران، ۷۹)

پھر یہی نہیں کہ صرف یہ بات کہی گئی ہو اور ''علم غیب'' عطا نہ کیا گیا ہو نہیں نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو یہ علم عطا بھی فرمایا جس کا قرآن حکیم میں تفصیل سے ذکر ہے۔ مثلاً یہ آیات ملاحظہ فرمائیں۔

اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا پھر وہ چیزیں فرشتوں کے رُوبرو کر دیں۔ (سردۂ بقرہ ۳۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جو بھی منظور ہوا اُن کو تعلیم فرمایا۔ (سورۂ بقرہ ۲۵۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ''علم غیب'' کا یوں ذکر فرمایا۔

اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو ہر قسم کی چیزیں دی گئی ہیں۔ (سورۂ نمل ۱٦)

حضرت لوط علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ انبیاء، ۷۴)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے اُن کو علم دیا تھا لیکن اکثر اس کا علم نہیں رکھتے۔ (سورۂ یوسف، ٦۸)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود بھی اپنے بیٹوں کے سامنے اس عطائے ربانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

کیوں، میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (سورۂ یوسف، ۹٦)

حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ یوسف ۲۲)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

اور جب اپنی بھری جوانی کو پہنچے اور درست ہو گئے، ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا۔ (سورۂ قصص، ۱۴)

اور حضرت خضر علیہ السلام کے لیے فرمایا۔

انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اُن کو اپنے پاس سے خاص طور کا علم سکھایا تھا۔ (سورۂ کہف، ٦۵)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں کو ''علم غیب'' عطا فرمایا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ان حضرات قدسیہ نے کبھی کبھی اس علم کا اظہار بھی فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں سے یہ ارشاد فرمارہے ہیں۔

اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھائے ہو اور جو رکھ آتے ہو۔ (سورۂ آل عمران ۴۹)

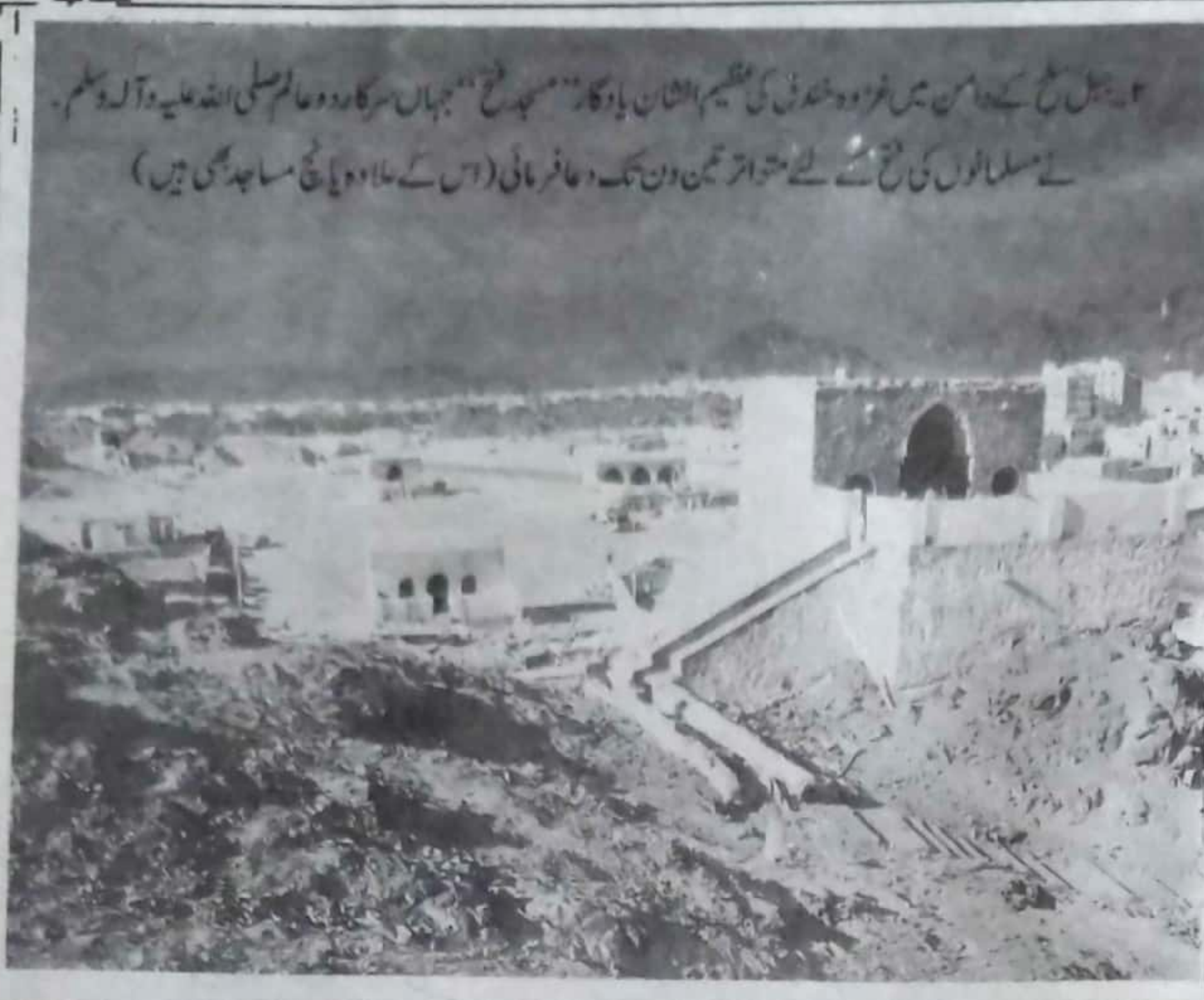
یعنی جس جس نے جو کچھ اپنے گھر میں کھایا اور جو کچھ گھر میں رکھا سب آپ کی نظر میں تھا...... حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں قیدیوں کو خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے فرمارہے ہیں۔

جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔ (سورۂ یوسف، ۳۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرمایا ہے، اس عطائے خاص سے انکار، قرآن سے انکار ہے...... یہ علم کوئی معمولی علم نہیں...... بڑے اہتمام اور تیاری کے بعد عطا فرمایا جاتا ہے اور جس کو عطا فرمایا جاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے فرشتوں کے پہرے لگا دیے جاتے ہیں...... ارشاد فرماتا ہے۔

سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں، مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، تو اس (پیغمبر) کے آگے اور پیچھے محافظ (فرشتے) بھیج دیتا ہے۔ (سورۂ جن، ۲٦)

بے شک جس کو یہ علم عطا کیا گیا اس کو بہت کچھ عطا کیا گیا...... تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو یکساں ''علم غیب'' حاصل نہیں بلکہ جس طرح انبیاء و رسل میں درجات ہیں۔ (سورۂ بقرہ ۲۵۳) اس طرح ''علم غیب'' بھی درجہ بدرجہ عطا کیا گیا ہے...... قرآن حکیم سے اس کی تصدیق ہوتی ہے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ ''علم غیب'' سیکھنے کی درخواست کی جو اللہ نے اُن کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے درخواست منظور کی مگر یہ ہدایت



جبل سلع کے دامن میں غزوہ خندق کی عظیم الشان یادگار "مسجد فتح" جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی فتح کے لئے متواتر تین دن تک دعا فرمائی (اس کے علاوہ پانچ مساجد بھی ہیں)

فرمائی کہ ''دیکھتے جانا، بولنا نہیں، جب تک میں نہ بولوں۔'' (سورۂ کہف، ۷۰) حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کرتے گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ سکے۔ آخر رہا نہ گیا، پوچھ لیا، حضرت خضر علیہ السلام نے راز سے پردہ اُٹھا دیا مگر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ نہ رکھا۔ یہ پوری تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے۔ (سورۂ کہف، ۸۲،۶۵) اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یکساں ''علم غیب'' نہیں دیا گیا۔

''علم غیب'' حضور ﷺ کو بھی عطا فرمایا گیا...... یہ ''علم غیب'' ہی آپ کا بڑا معجزہ تھا، مختلف انبیاء کو مختلف معجزات دیے گئے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ معجزہ عطا فرمایا...... کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو جو علم غیب دیا گیا وہ سب آپ کو دیا گیا اور اس کے سوا جو کچھ دیا وہ سوائے اللہ کے کسی کو نہیں معلوم...... حضور انور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کی صفاتِ حسنہ کے جامع تھے اور اُن کے علوم و معارف کے بھی جامع تھے۔

حضور انور ﷺ کو جو کچھ دیا گیا اس کے متعلق ارشاد ہے۔

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (سورۂ نساء، ۱۱۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب کوئی چیز ایسی نہ رہی جو آپ نہ جانتے ہوں، اس لیے اس نعمت کو اللہ نے ''فضل عظیم'' کہا ہے...... رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ پڑھایا، اللہ نے پڑھایا۔ (سورۂ اعلیٰ، ۶) اگر استاد، شاگرد سے یہ بات کہے ''میں نے تم کو پڑھایا ہے، تم تو کچھ نہ جانتے تھے'' تو یہ حق ہے، گستاخی و بے ادبی نہیں...... لیکن اگر کوئی شاگرد، اپنے استاد سے یہ کہے ''تم تو کچھ نہ جانتے تھے، تمہارے استاد نے تم کو پڑھایا ہے'' تو یہ سراسر بے ادبی اور گستاخی ہوگی...... تاریخ انسانیت میں ایسا بے ادب شاگرد نظر نہیں آتا...... اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو پڑھایا جو کچھ عطا فرمایا، اللہ ہی نے عطا فرمایا تو اگر اس نے قرآن کریم میں عطا سے پہلے کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ما تدری ما الکتب ولا الایمان۔ (سورۂ شوریٰ، ۵۲) تو یہ اللہ کے شان کے لائق ہے، ہمیں زیب نہیں دیتا کہ بے ادب و گستاخ شاگرد کی طرح آپ کے حضور وہ بات کہیں جو حق جل مجدہ نے آپ سے فرمائی...... بے شک اللہ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا...... جو شخص اس فضل الٰہی کا انکار کرتا ہے یا اس کی تخفیف کرتا ہے وہ اللہ کے فضل کا انکار کرتا ہے اور اللہ کے فضل کی تخفیف کرتا ہے جو ایسا کرتا ہے اُس کو کون مسلمان کہہ سکتا ہے...... موحد کی شان تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے ہر ہر حکم کا احترام کرتا ہے، اس پر خود عمل کرتا ہے اور دوسروں کو عمل کرواتا ہے...... حضور انور ﷺ کا دربار، بڑا دربار ہے، اُن کے حضور بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں...... اُن کی محفل مبارک سے بلا اجازت اُٹھنے والے کو دردناک عذاب کی وعید سنائی جا رہی ہے...... آپ بھی سنیے...... ارشاد ہوتا ہے۔

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے...... اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا اُن پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (سورۂ نور، ۶۳)

آپ خود اندازہ لگائیں جس محفل مبارک کا یہ ادب ہو اس میں رونق محفل سرکار دو عالم ﷺ کا کیا ادب ہوگا؟...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس محفل پاک میں سر جھکائے دم بخود بیٹھے رہتے تھے...... بات بات پر کہتے ''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان!'' ہر سوال کا ایک ہی جواب تھا ''اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔''

بے شک حضور انور ﷺ کو اُن کے پروردگار نے ''علم غیب'' عطا فرمایا۔ اس حقیقت کو تین جہتوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) آپ کو براہ راست ''علم غیب'' عطا کیا۔

(۲) آپ کو قرآن عطا فرمایا گیا جو ''علم غیب'' کا خزانہ ہے۔

(۳) آپ کو ''شاہد'' بنا کر بھیجا گیا اور شاہد وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود بھی ہو اور دیکھ بھی رہا ہو یعنی اس کو ہر بات

تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے...... اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جانتا ہے جو آڑ میں ہو کر تم میں کھسک جاتے ہیں، سو جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا اُن پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔ (سورۂ نور، ۶۳)



حجر اسود کا خوبصورت سونے کا بنا ہوا خول ترکی کے مشہور میوزیم توپ کاپی میں رکھا ہوا ہے

کا عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔

(الف) حضور انور ﷺ کے "علم غیب" کو پہلی جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات آپ کے "علم غیب" کی تصدیق کرتی ہیں۔

(۱) یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف (سورۂ ہود، ۴۹)

(۲) یہ خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس۔
(سورۂ یوسف، ۲)

(۳) اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں۔
(سورۂ تکویر، ۲۴)

(ب) حضور انور ﷺ کے "علم غیب" کو دوسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیات ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

(۱) ہم نے آپ پر یہ قرآن اُتارا ہے جو کہ تمام باتوں کا بیان کرنے والا ہے۔ (سورۂ نحل، ۸۹)

(۲) (یہ قرآن) کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن تصدیق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا۔
(سورۂ یوسف ۱۱۱)

(۳) ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔
(سورۂ انعام ۳۸)

(۴) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (سورۂ مائدہ، ۱۵)

(۵) اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے، کھلی کتاب میں۔ (سورۂ نمل، ۷۵)

(۶) اور کوئی دانہ زمین کے اندھیروں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے۔
(سورۂ انعام ۵۹)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، ان آیات میں پہلے "کتاب مبین" قرآن حکیم کا ذکر فرمایا پھر یہ فرمایا کہ اس روشن کتاب میں کیا کیا کچھ ہے...... غور فرمائیں...... یہ روشن کتاب جس میں زمین و آسمان کی ہر شے کا بیان ہے جس ذات قدسی پر اُتری، اُس کے علم و دانش کا کیا عالم ہوگا۔

(ج) حضور ﷺ کے "علم غیب" کو تیسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ آیاتِ کریمہ ہم کو ایک نئے جہان میں لے جاتی ہیں جہاں ہم حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتے ہیں، مگر جو کچھ کہا گیا اُس پر دل و جان سے ایمان لاتے ہیں کہ اگر ایمان نہ لائیں تو کہیں کے نہ رہیں، ان آیات پر خوب غور فرمائیں اور علم مصطفیٰ ﷺ کی وسعت و پہنائی کا اندازہ لگائیں، اللہ اکبر! ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں، ان کا ربِ کریم ہی جانے کہ اس نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو کس قدر "علم غیب" عطا فرمایا...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے......

(۱) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔ (سورۂ فتح ۸)

(۲) اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر لائیں گے۔ (سورۂ نساء ۴۱)



سرینگر کی تاریخی جامع مسجد جو آزادی کے لیے اسلام کے شیروں کی منتظر ہے

ہم دو قسم کا ہے...... ایک وہ جو ہم مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں...... ہم اسی کو علم سمجھتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں لیکن ایک علم وہ ہے جو براہِ راست پڑھایا جاتا ہے...... اس کے لیے نہ کسی مدرسے کی ضرورت، نہ اسکول کی ضرورت، نہ کالج کی ضرورت، نہ یونیورسٹی کی ضرورت...... یہ ایک پوشیدہ علم ہے جس کو قرآن حکیم نے "علمِ غیب" سے تعبیر فرمایا ہے۔ (سورۂ کہف، ۶۵) اور اس پر ایمان لانا ہر مسلمان کی نشانی قرار دیا۔ (سورۂ بقرہ، ۳) یہ علم وہ ہے جس کو نہ انسانی عقل پا سکتی ہے اور نہ اُس کے ظاہری و باطنی حواس...... یہ علم سارے علوم پر غالب ہے اور تحصیل وکسب سے اس کا کوئی تعلق نہیں...... یہ محض اللہ کے فضل و کرم سے بارش کی طرح برستا ہے، چشمے کی طرح اُبلتا ہے۔

(۳) بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دے گا۔ (سورۂ مزمل، ۱۵)

(۴) اور جس دن ہم ہر اُمت سے ایک ایک گواہی جو انھیں میں سے ہوگا ان کے مقابلے میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلے میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ (سورۂ نحل ۸۹)

ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حضور ﷺ نہ صرف اپنی اُمت بلکہ دوسرے انبیاء کی اُمتوں کے اعمال کی بھی گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جس کے سامنے کوئی کام یا کوئی بات ہوئی ہو...... ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے ہیں، وہ ہمارے احوال و اعمال سے بے خبر نہیں...... اس پس منظر میں یہ احادیث کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ایک حدیث پاک میں فرمایا۔ جس طرح میں آگے دیکھتا ہوں اُسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔
(مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۱۶)

(۲) دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے وادیٔ ازرق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر وادیٔ ہرشی میں حضرت یونس علیہ السلام کو اُونی جُبّہ پہنے سُرخ اونٹنی پر سوار دیکھا۔
(ابن ماجہ، ص ۲۰، ۲۰۸)

(۳) تیسری حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنت و دوزخ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۸۰)

(۴) چوتھی حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنت و دوزخ میں جانے والے ہر فرد کو نام بنام جانتے ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان فی القدر، الفصل الثانی، ص ۹۰)

(۵) پانچویں حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک شخص نے فلاں ... نے یہ دریافت کیا کہ وہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ آپ نے برملا ارشاد فرمایا، تو دوزخ میں جائے

گا۔ (بخاری شریف، ج ۳، ص ۸۵۵)

(۶) چھٹی حدیث پاک میں فرمایا، میری ساری اُمت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(مسلم شریف، ج ۱، ص ۲۰۷)

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوا۔

کیا اُس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اُس کو دیکھ رہا ہے؟

(سورۂ نجم، ۳۵)

اس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم غیب اُسی کے پاس ہوتا ہے جو دیکھ بھی رہا ہو..... قرآن کریم میں متعدد مقامات میں حضور علیہ السلام کی شانِ دید کو بیان کیا گیا ہے۔

(سورۂ مجادلہ، ۷؛ سورۂ ابراہیم، ۱۹؛ سورۂ بقرہ، ۲۴۳؛ سورۂ حج، ۱۸؛ سورۂ نور، ۴۱؛ سورۂ فیل، ۱)

سچی بات یہ ہے کہ جس نے اللہ کو دیکھ لیا، اس کے آگے کوئی چیز چھپی نہ رہی سب ظاہر ہوگئی، حضور انور ﷺ خود فرمارہے ہیں۔

میں نے اپنے ربّ عزوجل کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اُس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اُسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔ (ترمذی شریف بروایت معاذ بن جبلؓ، مشکوٰۃ شریف، کراچی، ص ۲۷)

اب تک تو حضور اکرم ﷺ کے علم کی وسعتوں اور آپ کے دیکھنے کی باتیں ہورہی تھیں..... لیکن جو ''علم غیب'' آپ کو عطا کیا گیا اور جو کچھ آپ کو دکھایا گیا، کیا اس نعمتِ عظمیٰ کی خیرات اپنے غلاموں کو بھی آپ نے تقسیم فرمائی؟..... بہت سی احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے عطا فرمایا اور خوب عطا فرمایا، اور کیوں عطا نہ فرماتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمانے ہی کے لیے بھیجا ہے..... مشہور و محبوب صحابہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۱) نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور علیہ السلام نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ (انباء المصطفیٰ، ص ۸، بحوالہ مسند احمد و طبقات ابن سعد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر ابتداء سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی۔

جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا، بھول گیا۔ (انباء المصطفیٰ، ص [illegible]، بحوالہ بخاری شریف و مسلم شریف [illegible])

ایک حدیث میں آتا ہے.....

(۳) [illegible] حضور ﷺ نے کسی فتنے چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک [illegible] اس کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بتادیا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الفتن)

(۴) [illegible] جہاد شروع ہونے سے قبل میدانِ جہاد میں [illegible] رکھ رکھ کر دشمنانِ اسلام کے مقتولین کی نشان دہی فرمادی کہ فلاں شخص اس اس جگہ قتل کیا جائے گا..... جب جہاد ختم ہوا تو جس شخص کے لیے اپنے دستِ مبارک سے جس جگہ کی نشان دہی فرمائی تھی، وہ وہیں پڑا ہوا ملا..... ایک انچ آگے نہ پیچھے۔

(مسلم شریف، ج ۲، کتاب الجہاد)

بخاری شریف میں ایک طویل حدیث آتی ہے، جو ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۵) سورج ڈھلنے کے بعد نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے، پھر ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، جب سلام پھیر دیا تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا، نیز اُن بڑے بڑے امور کا جو اس سے پہلے ہیں..... پھر فرمایا ''اگر کوئی مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے کیوں کہ اللہ کی قسم تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اس کے متعلق بتادوں گا، جب تک کہ میں اس جگہ ہوں..... حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ زار و قطار رونے لگے اور رسول اللہ ﷺ بار بار فرماتے رہے کہ ''مجھ سے پوچھ لو'' ''مجھ سے پوچھ لو!'' (بخاری شریف، کتاب الاعتصام، ج ۳، ص ۸۵۵)

اس حدیث پاک پر یہ آیت کریمہ گواہ ہے۔

اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں۔ (تکویر ۲۴)

یعنی جو پوچھو گے، بتایا جائے گا..... جو مانگو گے..... دیا جائے گا.....

حضور ﷺ کا قسم کھا کر یہ فرمانا کہ جو پوچھو گے بتایا جائے گا..... اور پھر بار بار فرمانا، مجھ سے پوچھ لو، مجھ سے پوچھ لو، اس حقیقت پر گواہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ کے فضل و کرم سے ''غیب'' حاصل تھا..... ایک عرب عالم شیخ احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی نے ایک فاضلانہ کتاب لکھی ہے، جس کا عنوان ہے ''مطابقۃ الاختراعات العصریہ لما اخبر بہ سید البریہ'' (مفتی احمد میاں برکاتی نے ''اسلام اور عصری ایجادات'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے جو ۱۹۸۰ء میں لاہور سے شائع ہوچکا ہے) مصنف نے اس کتاب میں ان غیبی خبروں کو جمع کیا ہے جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ پڑھ پڑھ کر حیرت بڑھتی جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ماضی و مستقبل حضور ﷺ کے سامنے آئینہ تھے..... اور کیوں نہ ہوں کہ سرکار خود فرمارہے ہیں۔

میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں (بخاری شریف، ص ۸۴۸، مسلم شریف مع فتح الملہم، کراچی، ج ۲، ص ۱۱۶)

خزانے کا مالک وہی ہوتا ہے جس کے پاس کنجیاں ہوتی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ بے اختیار ہوگیا بلکہ اس سے تو اللہ کا اختیار اور قدرت اور ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے حبیب کریم ﷺ کو کتنا نوازا ہے۔ یہی وہ کنجیاں ہیں جن سے آیات قرآنی کے معانی کے خزانے کھولے جاتے ہیں۔ قرآن کو ہم بھی دیکھتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں۔ مگر بات قرآنی میں نگاہِ مصطفیٰ ﷺ جو کچھ دیکھتی ہے ہم نہیں دیکھ سکتے..... صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں..... قرآن کریم میں ایک آیت ہے۔

اور اُن کے لیے تیار رکھو جو ''قوت'' تمہیں بن پڑے۔

(سورۂ انفال، ۶۰) (یعنی دشمنانِ اسلام کے لیے)

یہاں لفظ ''قوت'' کے معنی میں بظاہر کوئی راز نہیں ہوتا لیکن جب اس راز سے حضور ﷺ پردہ اٹھاتے ہیں تو انسانی عقل حیران ہوجاتی ہے..... لفظ ''قوت'' کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

خبردار، یہ قوت ''رمی'' ہے..... خبردار، یہ قوت ''رمی'' ہے..... خبردار، یہ قوت ''رمی'' ہے۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۱۴۳)

عربی میں رمی کے معنی ''پھینکنا'' آتے ہیں چنانچہ حج میں جمرات پر جو کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اس کو ''رمی'' کہتے ہیں..... اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اُن تمام ہتھیاروں کا ذکر فرمایا جو آج ہمارے سامنے ہیں اور قوت کا توازن اس ملک کے حق میں ہے جس کے پاس یہ ہتھیار ہیں..... خصوصاً خطرناک ایٹم بم، راکٹ، میزائل وغیرہ..... یہ سب ہتھیار پھینکے جاتے ہیں اور قوت کا راز بنے ہوئے ہیں۔

احادیث کا مطالعہ کریں تو آپ کو غیبی خبروں کا ایک سیلاب اُمنڈتا نظر آئے گا۔

اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا اُس کی روشنی میں ہمیں علم غیب کے بارے میں ان حقائق کا علم ہوتا ہے، ان حقائق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے۔

(۱) پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''علم غیب'' ایک حقیقت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''علم غیب'' اللہ ہی کے لیے ہے۔

(۳) تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو ''علم غیب'' عطا فرماتا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور انور ﷺ نے یہ علم غیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا ہے اور انہوں نے ہم کو بتایا۔

اس وقت دنیائے اسلام، عالمی سازش کی زد میں ہے، دشمنانِ اسلام کا ہدف حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، یہی وہ مرکز قلب و نظر ہے جس سے زندگی ملتی ہے، اس سازش کے تحت مسلمانانِ عالم کو ہر اُس سوچ اور ہر اُس عمل سے روکا جارہا ہے جس سے دل و دماغ میں حضور انور ﷺ کی محبت و عظمت کا نقش بیٹھتا چلا جائے۔ اس سازش سے آپ خود کو محفوظ رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور انور ﷺ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ بے شک۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے وجود میں حباب

اقبال

آپ کے خط

سینما کے باعث شرم اشتہاری بورڈ

میں آپ کے مؤقر جریدے کے ذریعے عوام الناس کو یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ سینما کے بورڈ عورتوں کے خلاف بدسلوکی کی بدترین نشانی ہیں۔ ان میں بے حیائی اور برہنگی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بورڈ عام ایسے شہروں اور قصبوں میں ملتے ہیں جہاں سینما گھر موجود ہیں۔ پچھلے کئی سالوں میں سینما کے بورڈ بنانے کا ایک خاص انداز پیدا کیا گیا جس میں عورتوں کی جنسی اشیا کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ ان کے وجود اور شخصیت کے عام پہلوؤں کو ختم کر کے انہیں محض ''جسم'' بنا دیا جاتا ہے۔ تمام سینما بورڈز میں سب سے زیادہ حد سے تجاوز کرنے والے پنجابی فلموں کے بورڈ ہوتے ہیں۔ سینما کے بورڈز کا حقیقت سے رشتہ بدستور ٹوٹ رہا ہے۔

سینما گھروں کے سامنے ایسے اشتہاری بورڈ دیکھنے کو ملتے ہیں جن پر نگاہ پڑتے ہی ہر قسم کی سجاوٹ کے علاوہ چمکیلے کپڑوں اور بھڑکیلے رنگوں میں ملبوس، دیوہیکل شکلیں نظر آتی ہیں خاص کر لاہور کی ایبٹ روڈ پر۔ یہ ہنر مند افراد جو ایسی تصاویر بناتے ہیں ان سے میری التجا ہے کہ اس جریدے کے ذریعے کہ وہ انسانیت کا بھی کچھ خیال رکھے۔ عورت کو ایک چیز بنا کے پیش کرتے ہیں۔ وہ اس تصویر میں حقیقت اور شرافت کا بھی کچھ رنگ ڈالے۔ جسم کی نمائش کرنا ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ محبوبہ کے علاوہ عورت کے اور کئی حسین روپ ہیں جن کو ایک اچھے انداز سے عوام کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ معاشرے میں عورت کا صرف یہی کردار نہیں ہوتا دوسرے اور بھی مطالبے ہیں جو سینما بورڈ کے ساختی اجزا کو مزید مضبوط کر سکتی ہیں۔

(عابدہ عباسی...... کراچی)

تحریکِ آزادی یا دہشت گردی؟

آج کل دنیا بھر میں دہشت گردی کے خاتمے کی باتیں ہو رہی ہیں اور اس پروپیگنڈے کی آڑ میں امریکا طاقت کے نشے میں دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ دنیا میں دہشت گردی کا نام ''احتجاج'' ہے۔



کیوں کہ جب انسان اپنے جائز حقوق کے حصول میں ناکام ہوتا ہے تو پھر وہ بغاوت یا دہشت گردی کے حربے سے کام لیتا ہے۔ وہ دوسرے کا حق نہیں مارتا بلکہ اسے اپنے جائز حقوق لینے کی خواہش ہوتی ہے وہ ہرگز ہرگز کسی کا استحصال نہیں کرتا۔ مثلاً مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین (اللہ کے سپاہی) اپنے مقدس وطن کشمیر کی آزادی کے لیے نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے بھارتی سامراج سے جہاد کر رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر ایک کروڑ چالیس لاکھ بیس ہزار کشمیریوں کے بنیادی اور پیدائشی حق خودارادیت کا مسئلہ ہے۔ جسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو پوری دنیا اور خود بھارت نے تسلیم کر رکھا ہے۔

اگر امریکا اور یورپ کی سوچ یہ ہے کہ اس مسئلے پر پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ نہ ہو وہ یہ ایٹمی جنگ روکنے کی خواہش تو رکھتے ہیں لیکن وہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کوئی فارمولا پیش کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت بھی اب واضح ہو چکی ہے کہ بھارت کا زیادہ عرصہ تک کشمیر پر غاصبانہ قبضہ برقرار رکھنا ممکن نہیں رہا۔ اس لیے کہ جو قربانیاں کشمیری عوام نے دی ہیں وہ آزادی کی تاریخ میں شہادت کے طور پر لکھی جا چکی ہیں۔

بھارت ایک عرصۂ دراز سے کشمیری مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور اس کے ساتھ اقوام متحدہ کی قراردادیں اور تقسیم ہند کے اصولوں پر عملدرآمد کرنے سے بھی انکاری ہے۔ کشمیری عوام نے بھارت کی بزدل افواج کے ظلم وستم کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی منزل صرف اور صرف ہر قیمت پر ''آزادی'' ہے حالانکہ بھارت مسلسل ٹال مٹول سے کام لے کر استصواب رائے کو معرض التوا میں ڈالتا رہا ہے۔

مشرق تیمور کی مختصر عیسائی آبادی کو بلا تاخیر امریکا اور یورپی ممالک نے مل کر آزادی دلا دی مگر کشمیر میں کشمیریوں پر ظلم اور آزادی کے لیے کیوں تاخیر؟ حقیقت یوں ہے کہ غیر مسلم یہودی اور عیسائی امریکا ہو یا یورپ بھی مسلمانوں کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں۔

مزید برآں ہم ایک غاصب کے خلاف جسے بھارتی سامراج کہتے ہیں۔ ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں اور تا قیامت کریں گے کہ ہمارا وطن کشمیر آزاد کر دو ''ایک آزاد وطن کشمیر'' کیوں کہ ہم



لوگو اللہ (عزوجل) ... رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اللہ (عزوجل) کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (سورۃ الصف، آیت

سب کشمیریوں نے آزادی حاصل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے کہ ہمارے خون کا آخری قطرہ بھی آزادیٔ وطن کے لیے قربان ہے۔ چنانچہ ہم دنیا کے امن پسند، انصاف پسند اور انسانیت پر یقین رکھنے والے ممالک سے کہتے ہیں کہ آپ کا فرض بنتا ہے کہ وہ بھارت کو راہ راست پر لانے کے لیے اسے سمجھائیں اور اس کی تشدد کی پالیسی کشمیریوں کے خلاف دہشت گردی بند کرانے کا بندوبست کریں۔

(محمد نواز بٹ..... فرانس)

ہماری خواتین اور نماز

آج دنیا کا ہر انسان گناہوں سے رکنے کا نسخہ تلاش کرنے میں مصروف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا بتلایا ہوا نسخہ اکسیر کا درجہ رکھتا ہے اور وہ تلاوت قرآنِ پاک اور نماز کا پڑھنا ہے۔ جمہوریہ پاکستان کا ہر گورنمنٹ افسر دنیا کی ڈیوٹی میں تو کوتاہی ایک دن بھی پسند نہیں کرتا اور جس کی شاہی ہمیشہ رہے گی اس رب العالمین کی ڈیوٹی کا ساری عمر خیال تک نہیں آتا۔

آج اس ماڈرن دور میں جب عورتوں کو نماز کا کہا جاتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہم کو گھریلو کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ ان کے خیال میں شاید جن کا کوئی کاروبار نہیں ان کے لیے نماز فرض ہے۔ گھر کی صفائی کے لیے، میک اَپ کے لیے، سوٹ بدلنے کے لیے، سیر وسیاحت کرنے کے لیے، رنگا رنگ کھانے پکانے کے لیے تو وقت ہے اور جو احکم الحاکمین ہزاروں نعمتیں دیتا ہے۔ اس کا حکم بجالانے کے لیے چند منٹ کا بھی وقت نہیں۔ ہائے افسوس! موجودہ دور میں تو نوے فیصد عورتیں بے نماز ہیں بلکہ اس سے زیادہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں، بہنوں کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چل کر نمازی بن کر آخرت سنوارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

(شبانہ خان نذیر احمد..... گجرات)

گاؤں نور پور کے مسائل

میں آپ کی توجہ اپنے گاؤں نور پور (تحی محمد بخش کھوسہ) کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

میرا گاؤں بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ سب سے اہم مسئلہ پانی کا ہے۔ واٹر سپلائی منظور کی گئی ہے لیکن ابھی تک کام شروع نہیں ہوا۔ دوسرا مسئلہ بجلی کا ہے۔ گھر گھر میں میٹر لگا ہوا ہے لیکن پھر بھی تھری فیس میٹر لگ گئے ہیں بل گھر کا الگ آتا ہے تھری فیس کا الگ۔ یہاں کے لوگ اکثر غریب ہیں فصلوں میں ٹماٹر پیاز ہوتے ہیں۔ جب ٹماٹر پیاز بیچنے کا ٹائم آتا ہے تو ریٹ بالکل گر جاتے ہیں۔ اب ہمارے پاس آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہیں جو اتنے معیاری بل ادا کر دیے جائیں پکی سڑک ابھی تک تعمیر نہیں ہوئی۔ اسپتال کا عملہ ٹھیک طور پر کام نہیں کر رہا ہے۔ مریض جاتا ہے تو چٹھی لکھ دیتے ہیں کہ میڈیکل سے دوائی لے کر آؤ۔ خدارا اس طرف توجہ دیں۔

(محمد امین کھوسہ۔ بلوچستان)



فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

عالمی ذرائع ابلاغ میں امریکی، مکاری، ظلم، جارحیت اور سازشوں کا تذکرہ تو ہوتا رہتا ہے اس پر تفصیلی گفتگو اور بحث ومباحثے بھی ہر وقت ہوتے رہتے ہیں لیکن اس حقیقت پر بہت کم روشنی ڈالی جاتی ہے کہ یہودیت کا اس میں کیا کردار ہے۔ درحقیقت امریکا یہودیت ہی کا جسم ہے جس کا ہر فعل یہودی نظریے کے گرد گھومتا ہے۔ امریکی انتظامیہ پر یہودی اجارہ داری ہے۔ خود عیسائیوں کو یہودیوں نے کس درجہ اندھیرے میں رکھا ہے اور ان کے حقوق پر کس حد تک قابض ہیں اس کا اندازہ امریکی عیسائی بھی نہیں کرسکتے۔ یہودی سازش ماضی میں بھی عیاں تھی اور آج بھی ہے۔

یہودیوں کا مقصد صرف اسرائیل کا قیام نہیں بلکہ وہ اپنی حکومت کو پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں ان کے مذہبی اور مقدس کتاب (Talmud) میں یہودیوں کو دنیا کے دوسرے اقوام پر ترجیح دی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ''اللہ نے یہودیوں کو تمام قوموں کے خون اور دولت پر مکمل اختیار دیا ہے۔''

(Talmud Seph.jp.921)

یاد رہے کہ (Talmud) آسمانی کتاب ''توریت'' کی یہودی شرح ہے اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شرون نے اپنے پہلے دورِ حکومت میں اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ وہ اسرائیلی حکومت کو اُردن، شام، عراق، لبنان اور مصر تک کو تصور کرتے ہیں اور اس کے خواب دیکھتے ہیں۔

دوسری طرف امریکا کے روپ میں یہودی دنیا پر اپنی بادشاہت عرصۂ دراز سے قائم رکھے ہوئے ہیں۔ امریکی حکومت دنیا میں ایک آمرانہ حکومت کی واضح مثال ہے۔ جہاں قاضی بھی وہی ہے اور جلاد بھی۔ عدالت بھی اسی کی ہے اور فیصلہ بھی۔ یوں دنیا ایک قطبی اور ایک ہی طاقت کے زیر نگیں ہے۔ امریکا جس کی طرف ہنس کر دیکھتا ہے اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور جس کو ترچھی نظر سے دیکھتا ہے اس کو ذلیل وخوار تصور کیا جاتا ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی اور ہزاروں لوگوں کی زندگی کا بدلہ لاکھوں افغانیوں سے لے کر اس نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک امریکی کی قیمت سو غیر امریکی سے بھی بڑھ کر ہے۔ وہ اسی ذہنیت کے بل بوتے پر عراق پر بھی حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ بھی یہودی سازش ہے۔

یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امریکی حمایت سب سے پہلے اسرائیل کی ہے بلکہ شیرون اور سیکریٹری خارجہ نے تو حملے کی صورت میں امریکا کی بھرپور مدد کی یقین دہانی کرائی ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر عراق کے خلاف اسرائیل بھی کیمیائی ہتھیار استعمال کرے گا اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اسرائیل کیمیائی ہتھیار بڑے پیمانے پر بنا رہا ہے اور اس کے پاس اس کا ذخیرہ بھی موجود ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ جس ملک کو جس جرم کی سزا دی جاتی ہے سزا دینے والا اسی جرم کا کھلے عام مرتکب ہو رہا ہے لیکن ساری دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ بین الاقوامی مبصروں اور انصاف کے داعیوں کے منہ سے زبان غائب ہے یہی ظلم وناانصافی کی انتہا ہے۔ لہٰذا اقوام عالم بالخصوص اقوام مسلم کو ان سازشوں کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ آپس میں اتحاد اور لین دین کو بڑھانا چاہیے ایک مسلم دنیا ہونی چاہیے۔ دنیا کے ستر فیصد توانائی کے ذخائر کے مالک مسلمان ممالک چاہیں تو دنیا پر حکمرانی کرسکتے ہیں۔ ان یہودی سازشوں کے مقابلے کے لیے یک جان اور یک آواز ہوکر چلنا چاہیے۔ ہماری آزادی، پہچان، عزت وآبرو امریکا کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اتحاد و یگانگت میں ہے جیسا کہ اقبال کہتے ہیں۔

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

(غلام عباس..... کراچی)

☆☆☆

صابرہ

داستانِ مجاہد

دعوت اسلام جہاد سیل کا ایک ولولہ انگیز سلسلہ جو اُمت مسلمہ کے نوجوانوں میں پھر سے جہاد کا جذبہ بیدار کردے

مسلمانوں کے ماضی کی داستان دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے زیادہ روشن ہے اگر ہمارے نوجوان غفلت اور جہالت کے پردے اُٹھا کر اس روشن زمانے کی معمولی سی جھلک بھی دیکھ سکیں تو مستقبل کے لیے انھیں ایک ایسی شاہراہِ عمل نظر آئے گی جو کہکشاں سے زیادہ درخشاں ہے۔

سورج کئی بار مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوا۔ چاند نے اپنے مہینے بھر کا سفر ہزاروں بار طے کیا۔ ستارے لاکھوں بار رات کی تاریکی میں چمکے اور صبح کی روشنی میں غائب ہو گئے۔ ابنِ آدم کے باغ میں کئی بار بہار اور خزاں نے اپنا اپنا رنگ جمایا۔ جنت سے نکالے ہوئے انسان کی نئی بستی ایک ایسی رزم گاہ تھی جس میں فطرت کے مختلف عناصر ہمیشہ برسرِ پیکار رہے۔ طرح طرح کے انقلابات آئے۔ تہذیب وتمدن نے کئی چولے بدلے۔ ہزاروں قومیں قعرِ مذلّت سے اٹھیں اور آندھی اور بگولہ بن کر ساری دنیا پر چھا گئیں لیکن قانونِ فطرت میں کمال اور زوال کا رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ کسی کو بھی ثبات نہیں۔ وہ قومیں جو تلواروں کے سائے میں فتح کے نقارے بجاتی ہوئی اٹھیں، طاؤس اور رباب کی تانوں میں مدہوش ہو کر سو گئیں۔ کوئی اس نیلگوں آسمان سے پوچھے جس کے وسیع سینے پر گزرے ہوئے زمانے کی ہزاروں داستانیں نقش ہیں۔ جس نے قوموں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے جس نے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کو تاج وتخت سے محروم ہو کر گداؤں کا لباس پہنتے اور گداؤں کو اپنے سر پر تاج رکھتے دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان داستانوں کے بار بار دہرائے جانے سے کچھ بے نیاز ہو گیا ہو لیکن ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ صحرا نشینانِ عرب کی ترقی اور تنزل کی طویل داستان جو ربع مسکوں کی تمام داستانوں سے مختلف ہے، اسے ابھی تک یاد ہوگی۔ اگرچہ اس داستان کا کوئی حصّہ بھی دل چسپی سے خالی نہیں لیکن اس وقت ہمارے سامنے اس کا وہ رنگین باب ہے جب کہ مغرب ومشرق کی وادیاں، پہاڑ اور صحرا مسلمانوں کے سمندِ اقبال کے قدم چوم رہے تھے اور ان کی خارا شگاف تلواروں کے سامنے ایران اور روما کے سلطان عاجز آچکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ترکستان اندلس اور ہندوستان کی سرزمین مسلمانوں کو قوتِ تسخیر کے امتحان کی دعوت دے رہی تھی۔

بصرہ سے کوئی بیس میل کے فاصلے پر سرسبز وشاداب نخلستان کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی تھی، جس کے ایک سیدھے سادے مکان کے صحن میں صابرہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف تین بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ دو لڑکے اور ایک لڑکی۔ لڑکوں نے ہاتھوں میں لکڑی کی دو چھوٹی چھوٹی چھڑیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ لڑکی غور سے ان کی حرکات کا معائنہ کر رہی تھی۔ بڑے لڑکے نے چھڑی گھماتے ہوئے چھوٹے کی طرف دیکھا اور کہا۔

''دیکھو نعیم! میری تلوار!''

چھوٹے لڑکے نے بھی اپنی چھڑی گھمائی اور کہا۔

''میرے پاس بھی تلوار ہے۔ آؤ ہم جنگ کریں۔''

''تم رو پڑو گے۔'' بڑے لڑکے نے کہا۔

''نہیں۔ تم رو پڑو گے!'' چھوٹے لڑکے نے جواب دیا۔

''تو پھر آؤ۔'' بڑے نے تن کر کہا۔

معصوم بچے ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور لڑکی قدرے پریشان ہو کر یہ تماشا دیکھنے لگی۔ اس لڑکی کا نام عذرا تھا۔ چھوٹے لڑکے کا نام نعیم اور بڑے کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نعیم سے تین سال بڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن نعیم کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ واقعی میدانِ کارزار میں کھڑا ہے۔ نعیم وار کرتا اور عبداللہ متانت سے روکتا۔ اچانک نعیم کی چھڑی اس کے بازو پر لگی۔ عبداللہ نے قدرے غصّے میں آ کر وار کیا۔ اب نعیم کی کلائی پر چوٹ لگی۔ اور اس کے ہاتھ سے چھڑی گر پڑی۔

عبداللہ نے کہا۔ ''دیکھو اب رونا مت۔''

''میں نہیں، تم رو پڑو گے۔'' نعیم نے





حضرت عمر بن عبدالعزیز مسلمانوں کے بہترین خلیفہ گزرے ہیں بخارا میں انکے دور کا بہترین مدرسہ جہاں سے مسلمان علم حاصل کر کے دنیا سے جہالت کے اندھیرے دور کرتے رہے ہیں

غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے جواب دیا اور زمین سے ایک ڈھیلا اُٹھا کر عبداللہ کے ماتھے پر دے مارا۔ اس کے بعد اس نے اپنی چھڑی اُٹھالی اور گھر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ عبداللہ بھی سر سہلاتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا لیکن اتنی دیر میں نعیم صابرہ کی گود میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''امی! بھائی مارتا ہے۔'' اس نے کہا۔

عبداللہ غصے سے ہونٹ کاٹ رہا تھا لیکن ماں کو دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

ماں نے پوچھا۔ ''عبداللہ! کیا بات ہے؟''

اُس نے جواب دیا۔ ''امی! اس نے مجھے پتھر مارا ہے۔''

''تم لڑے کیوں تھے بیٹا؟'' صابرہ نے نعیم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''ہم تلواروں سے جنگ کر رہے تھے۔ اس نے میرا ہاتھ توڑ دیا۔ پھر میں نے بھی بدلہ لیا۔''

''تلواروں سے؟ تلواریں تم کہاں سے لائے؟''

''یہ دیکھو امی!'' نعیم نے اپنی چھڑی دکھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ لکڑی کی ہے لیکن مجھے لوہے کی تلوار چاہیے۔ لے دو نا۔ میں جہاد پر جاؤں گا۔''

کم سن بیٹے کے منہ سے جہاد کا لفظ سننے کی خوشی وہی مائیں جان سکتی ہیں جو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو لوری دیتے وقت یہ گایا کرتی تھیں۔

''اے رب کعبہ! میرا یہ لال مجاہد بنے اور تیرے محبوب کے لگائے ہوئے درخت کو جوانی کے خون سے سیراب کرے۔''

نعیم کی زبان سے تلوار اور جہاد کے الفاظ سن کر صابرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور اس کے رگ و ریشہ میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس نے فرطِ انبساط سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماضی اور حال کو فراموش کر چکی تھی اور تصور میں اپنے بیٹوں کو نوجوان مجاہدوں کے لباس میں خوبصورت گھوڑوں پر سوار میدانِ جنگ میں دیکھ رہی تھی۔

وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے لال دشمن کی صفوں کو چیرتے اور روندتے ہوئے جا رہے ہیں اور دشمن کے گھوڑے اور ہاتھی ان کے بے پناہ حملوں کی تاب نہ لا کر آگے آگے بھاگ رہے

نعیم کی زبان سے تلوار اور جہاد کے الفاظ سن کر صابرہ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا اور اس کے رگ و ریشہ میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس نے فرطِ انبساط سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ماضی اور حال کو فراموش کر چکی تھی اور تصور میں اپنے بیٹوں کو نوجوان مجاہدوں کے لباس میں خوبصورت گھوڑوں پر سوار میدانِ جنگ میں دیکھ رہی تھی۔

ہیں۔ اس کے نوجوان بیٹے ان کے تعاقب میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریاؤں میں گھوڑے ڈال رہے ہیں۔ وہ دشمن کے نرغے میں کئی بار اٹھ اٹھ کر گرتے ہیں اور بالآخر زخموں سے نڈھال ہو کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ جنت کی حوریں ان کے لیے شرابِ طہور کے جام لیے کھڑی ہیں۔ صابرہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور سجدے میں سر رکھ کر دعا مانگی۔

''اے زمین و آسمان کے مالک! جب مجاہدوں کی مائیں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو میں کسی سے پیچھے نہ رہوں گی۔ ان بچوں کو اس قابل بنا کہ وہ اپنے آبا و اجداد کی روایات کو قائم رکھ سکیں۔''

ہمارے کالجوں، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں پلے ہوئے نوجوان کا علم اور عقل پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی گہرائی کو خاطر میں نہ لانے والے مجاہدوں کے دلوں کا راز کیسے جان سکتی ہے۔ رباب کے تاروں کی جنبش کے ساتھ لرز جانے والے نازک مزاج انسانوں کو تیروں اور نیزوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے والے جواں مردوں کی داستانیں کس قدر حیرت زا معلوم ہوں گی۔ اپنے گھونسلے کے اردگرد چکر لگانے والی چڑیا عقاب کے اندازِ پرواز سے کس طرح واقف ہو سکتی ہے۔

صابرہ کا بچپن اور جوانی زندگی کے ناہموار ترین راستوں سے گزر چکے تھے۔ اس کے رگ و ریشہ میں عرب کے ان شہسواروں کا خون تھا جو کفر و اسلام کی ابتدائی جنگوں میں اپنی تلواروں کے جوہر دکھا چکے تھے۔ ان کا دادا جنگِ یرموک سے غازی بن کر لوٹا اور قادسیہ میں شہید ہوا۔ وہ بچپن ہی سے غازی اور شہید کے الفاظ سے آشنا تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جب وہ اپنی توتلی زبان سے ابتدائی حروف ادا کرنے کی کوشش کیا کرتی تو اس کی ماں کا سکھلایا ہوا پہلا

فقرہ ''ابا غازی'' اور چند دنوں کے بعد کا سبق ''ابا شہید'' تھا۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے کے بعد اس کی جوانی اور بڑھاپے سے بہرہ توقع کی جاسکتی تھی جو ایک مسلمان فرض شناس عورت سے وابستہ کی جاسکتی ہے۔ وہ بچپن میں عرب عورتوں کی شجاعت کے افسانے سنا کرتی تھی۔ بیس سال کی عمر میں اس کی شادی عبدالرحمٰن کے ساتھ ہوئی۔ نوجوان شوہر ایک مجاہد کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھا اور وفا شعار بیوی کی محبت اسے گھر کی چار دیواری میں بند کردینے کی بجائے ہمیشہ جہاد کے لیے اُبھارتی رہی۔

عبدالرحمٰن جب آخری مرتبہ جہاد پر روانہ ہوا تو اس وقت عبداللہ کی عمر تین سال اور نعیم کی عمر تین مہینے سے کچھ کم تھی۔ عبدالرحمٰن نے عبداللہ کو اٹھا کر گلے لگالیا اور نعیم کو صابرہ کی گود سے لے کر پیار کیا۔ چہرے پر قدرے ملال کے آثار پیدا ہوئے لیکن فوراً ہی مسکرانے کی کوشش کی۔ رفیقِ حیات کو میدانِ جنگ کی طرف رخصت ہوتا دیکھ کر صابرہ کے دل میں تھوڑی دیر کے لیے طوفان سا اُٹھ آیا لیکن اس نے اپنی آنکھوں میں چھلکتے ہوئے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت نہ دی۔



میری موت پر آنسو نہ بہانا۔ میں اپنے مقصود کو پاچکا ہوں۔ یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے دور جارہا ہوں۔ ہم کسی دن ایسے مقام پر اکٹھے ہوں گے جو دائمی سرور کا مرکز ہے۔ جہاں کی صبح شام سے اور بہار خزاں سے آشنا نہیں۔ یہ مقام اگرچہ چاند اور ستاروں سے کہیں بلند ہے مگر مردِ مجاہد وہاں ایک ہی جست میں پہنچ سکتا ہے۔ عبداللہ اور نعیم کو اس مقام پر پہنچ جانے کا راستہ دکھانا تمہارا فرض ہے۔

عبدالرحمٰن نے کہا۔ ''صابرہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر میں جنگ سے واپس نہ آیا تو میرے بیٹے تلواروں کو زنگ آلود نہ ہونے دیں گے۔''

''آپ تسلی رکھیں۔'' صابرہ نے جواب دیا۔ ''میرے لال کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔''

عبدالرحمٰن نے خدا حافظ کہہ کر گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھا۔ صابرہ نے اس کے رخصت ہونے کے بعد سجدے میں سر رکھ کر دعا کی۔

''اے زمین و آسمان کے مالک! اسے ثابت قدم رکھنا۔''

جب شوہر اور بیوی صورت اور سیرت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے لیے قابلِ رشک ہوں تو محبت کے جذبات کا کمال کی حد تک پہنچ جانا کوئی نئی بات نہیں۔ بے شک صابرہ اور عبدالرحمٰن کا تعلق جسم اور روح کا تعلق تھا اور رخصت کے وقت لطیف جذبات کو اس طرح دبا لینا کسی حد تک عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کون سا عظیم الشان مقصد تھا جس کے لیے یہ لوگ دنیا کی تمام خواہشات اور تمناؤں کو قربان کردیتے تھے؟ وہ کونسا مقصد تھا جس نے تین سو تیرہ کو ایک ہزار کے مقابلے میں لاکھڑا کیا تھا؟ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مجاہدوں کو دریاؤں اور سمندروں میں کودنے، تپتے ہوئے وسیع صحراؤں کو عبور کرنے اور فلک بوس پہاڑوں کو روندنے کی قوت عطا کی تھی؟

ان سوالات کا جواب ایک مجاہد ہی دے سکتا ہے۔

عبدالرحمٰن کو رخصت ہوئے سات مہینے گزر چکے تھے۔ اس بستی کے چار اور آدمی بھی اس کے ہمراہ گئے تھے۔ ایک دن عبدالرحمٰن کا ایک ساتھی واپس آیا اور اونٹ سے اترتے ہوئے صابرہ کے گھر کی طرف بڑھا۔ اس کے آتے ہی بہت سے لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہوگئے۔ کسی نے عبدالرحمٰن کے متعلق پوچھا۔ نووارد نے کوئی جواب نہ دیا اور چپ چاپ صابرہ کے مکان میں داخل ہوگیا۔

صابرہ نماز کے لیے وضو کررہی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھی۔ نووارد آگے بڑھا اور چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔

صابرہ نے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاکر پوچھا۔

''وہ نہیں آئے؟''

''وہ شہید ہوگئے۔''

''شہید!'' ضبط کے باوجود صابرہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے بہہ نکلے۔ نووارد نے کہا۔ ''اپنے آخری لمحات میں جب وہ زخموں سے چور تھے۔ انہوں نے یہ خط مجھے اپنے خون سے لکھ کردیا تھا۔''

صابرہ نے اپنے شوہر کا آخری خط کھول کر پڑھا۔

''صابرہ! میری آرزو پوری ہوئی۔ اس وقت جب کہ میں زندگی کے آخری سانس پورے کررہا ہوں۔ میرے کانوں میں ایک عجیب راگ گونج رہا ہے۔ میری روح جسم کی قید سے آزاد ہوکر اس راگ کی گہرائیوں میں کھوجانے کے لیے پھڑپھڑا رہی ہے۔ میں زخموں سے چور ہونے کے باوجود ایک فرحت سی محسوس کرتا ہوں۔ میری روح ایک ابدی سرور کے سمندر میں غوطے کھارہی ہے۔ میں اس بستی کو چھوڑ کر ایک ایسی دنیا میں جارہا ہوں جس کا ہر ذرّہ اس دنیا کی تمام رنگینیاں اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے۔

میری موت پر آنسو نہ بہانا۔ میں اپنے مقصود کو پاچکا ہوں۔ یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے دور جارہا ہوں۔ ہم کسی دن ایسے مقام پر اکٹھے ہوں گے جو دائمی سرور کا مرکز ہے۔ جہاں کی صبح شام سے اور بہار خزاں سے آشنا نہیں۔ یہ مقام اگرچہ چاند اور ستاروں سے کہیں بلند ہے مگر مردِ مجاہد وہاں ایک ہی جست میں پہنچ سکتا ہے۔ عبداللہ اور نعیم کو اس مقام پر پہنچ جانے کا راستہ دکھانا تمہارا فرض ہے۔ میں تمہیں بہت کچھ لکھتا مگر میری روح جسم کی قید سے آزاد ہونے کے لیے بے قرار ہے۔ میں آقائے نامدار کے پاؤں چومنے کے لیے بے تاب ہوں۔ میں تمہیں اپنی تلوار بھیج رہا ہوں۔ بچوں کو اس کی قدر و قیمت بتانا۔ جس طرح میرے لیے تم ایک فرض شناس بیوی تھیں۔ میرے بچوں کے لیے ایک فرض شناس ماں بننا۔ مامتا کو اپنے ارادوں میں حائل نہ ہونے دینا۔ انہیں یہ بتانا کہ مجاہد کی موت کے سامنے دنیا کی زندگی بے حقیقت اور ہیچ ہے۔'' (تمہارا شوہر)